SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATE

Tuesday, March 17, 1987

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ
فِیْهَا سَلٰمٌ ۝
اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ
طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝
تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورۂ ابراہیم آیات ۲۳ تا ۲۵)

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے وہ بہشتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے وہاں ان کی صاحب سلامت سلام ہو گا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے وہ ایسی ہے جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہو اور شاخیں آسمان میں۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا اور میوے دیتا ہو اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATE

Tuesday, March 17, 1987

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

(RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ
فِيْهَا سَلٰمٌ ۝
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ
طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝
تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورۂ ابراہیم آیات ۲۳ تا ۲۵)

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے وہ بہشتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے وہاں ان کی صاحب سلامت سلام ہوگا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے وہ ایسی ہے جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہو اور شاخیں آسمان میں۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا اور میوے دیتا ہو اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین - جزاک اللہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - رخصت کی درخواستیں،
صاحبزادہ محمد الیاس اپنی ناسازی طبع کی بنا پر ایوان میں ۱۵ مارچ کو شرکت نہیں کر سکے - اس لئے انہوں نے ایوان سے اسی تاریخ کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب سید عباس شاہ نے اپنی مصروفیات کی بنا پر ایوان سے ۱۵ تا ۱۸ مارچ کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : جناب جاوید جبار صاحب نے اطلاع دی ہے وہ اپنی مصروفیات کی بنا پر آج اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے - اس لئے انہوں نے آج کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے - کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

POINT OF ORDER REGARDING INCORRECT REPORTING OF THE PROCEEDINGS OF THE SENATE

Lt. Gen. (Retd.) Saeed Qadir: Point of order.

Mr. Chairman: Yes please.

Lt. Gen. (Retd.) Saeed Qadir: Mr. Chairman, I would like to draw your attention to the fact that yesterday's debate on the adjournment motions as reported in the daily 'Muslim' of this morning is factually inaccurately reported. The paper states that four adjournment motions were ruled out of order but the fact is as the Chair is well aware that I had not pressed my motion and this fact has not been reported there and my motion has also been linked to the other three. I would request that the paper be directed to report factual statements. Thank you.

Mr. Chairman: The point of order is valid and I would request the paper to make the necessary correction as soon as possible.

PRIVILEGE MOTION ; *RE* : STATEMENT OF LORD DAVID ENALLS ON THE AVAILABILITY OF FUNDS FOR REPATRIATION OF BIHARIS

جناب چیئرمین : جناب مولانا کوثر نیازی صاحب، تحریک نمبر ۱۶

مولانا کوثر نیازی : جناب چیئرمین ! میری تحریک استحقاق یہ ہے کہ انٹرنیشنل ری پیٹری ایشن ٹرسٹ جس کے چیئرمین شاہ فہد کے بھائی پرنس طلال بن عبدالعزیز ہیں - اس کے وائس چیئرمین برطانیہ کے لارڈ انیلز نے ڈھاکہ جاتے ہوئے کراچی میں ایک اخباری انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ رابطہ عالم اسلامی اور ری پیٹری ایشن ٹرسٹ نے بہاری پاکستانیوں کی واپسی کے لئے تین سو ملین ڈالر کی رقم اکٹھی کر لی ہے مگر اب تک حکومت پاکستان کی طرف سے بہاریوں کی واپسی کے لئے کوئی حرکت نظر نہیں آتی - انہوں نے کہا کہ صرف ایک چوتھائی رقم مزید درکار ہوگی اور وہ خلیجی ریاستوں کی طرف سے مہیا کر دی جائے گی بشرطیکہ اس سلسلے میں باقاعدہ کام کا آغاز ہو جائے - لارڈ انیلز کے بیان کردہ یہ حقائق حکومت پاکستان کی اس رپورٹ کو جھٹلانے کے لئے کافی ہیں جو اس کی طرف سے سینٹ میں بہاری پاکستانیوں کے بارے میں میری پیش کردہ قرارداد کے ضمن میں سینٹ کو ارسال کی ہے - اس رپورٹ میں جہاں ان غیر بنگالیوں کو پاکستان میں آباد کرنے کا سبب انسانی ہمدردی قرار دیا گیا ہے وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ابھی تک فنڈز اکٹھے نہیں ہوئے جس کی وجہ سے بہاریوں کی واپسی کا کام شروع نہیں ہو سکا - سینٹ کی طرف سے یہ رپورٹ تمام اراکین سینٹ کو بھیجی گئی ہے جس سے ہمارے سامنے غلط تصویر پیش کی گئی ہے اور اس طرح ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے - لہٰذا میں تحریک کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر ایوان میں غور کیا جائے -

Mr. Chairman: Is it being opposed ?

Mr. Zain Noorani: Yes Sir.

مولانا کوثر نیازی : جناب چیئرمین ! یہ تحریک اپنی وضاحت آپ ہے - اس ایوان میں بھی حکومت کی طرف سے بار بار یہی مؤقف اختیار کیا جاتا رہا ہے کہ فنڈز Available نہیں ہیں جونہی یہ فنڈز دستیاب ہو گئے تو بہاری پاکستانیوں کی واپسی کا کام شروع کر دیا جائے گا - لیکن اب انٹرنیشنل ری پیٹری ایشن ٹرسٹ کے ایک ذمہ دار عہدہ دار نے اور اس ٹرسٹ کے عہدہ دار نے جس کے چیئرمین شاہ فہد کے بھائی ہیں، یہ بیان دیا ہے کہ فنڈز کا تین چوتھائی حصہ جمع

[Maulana Kausar Niazi]

ہو چکا ہے اور صرف ایک چوتھائی رقم باقی ہے اور جب کام شروع ہو جائے گا تو یہ رقم بھی دستیاب ہو جائے گی ۔ لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی نہیں کہا گیا اور yes اس مسئلے میں ہماری حکومت کوئی حرکت میں نہیں آئی اس کا ٹرسٹ کو انتظار ہے اور جونہی حکومت کی طرف سے کوئی گرین سگنل ملے گا تو باقاعدہ کام کا آغاز ہو جائے گا ۔ حکومت نے جو رپورٹ سینٹ میں میری قرارداد کی منظوری کے بعد ہمیں بھجوائی ہے اس میں بھی یہی مؤقف اختیار کیا گیا ہے کہ ابھی پیسے جمع نہیں ہوئے ۔ یہ حقیقت کے برعکس بات ہے ۔ اور دوسرا مجھے رپورٹ کے اس حصے پر بھی اعتراض ہے جس میں حکومت کی طرف سے یہ سٹینڈ لیا گیا ہے کہ بہاری پاکستانیوں کی واپسی پر حکومت اس لئے راضی ہوئی ہے کہ وہ انسانی بنیادوں پر ایسا کرنا مناسب سمجھتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسانی بنیادوں پر نہیں بلکہ اپنے فرضِ منصبی کی رُو سے حکومت پاکستان کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ ان پاکستانیوں کو کہ جنہوں نے دو مرتبہ پاکستان کے لئے قربانیاں دی ہیں، واپس لائے ۔ یہ ان پر رحم اور ان پر کرم نہیں ہے بلکہ یہ اس کا فریضہ ہے جسے ادا نہ کر کے حکومت مجرمانہ تساہل اور تغافل برت رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

جناب چیئرمین : اس سے ایوان کا استحقاق کیسے مجروح ہوتا ہے؟ اس کی ذرا وضاحت کر دیں ۔

مولانا کوثر نیازی : میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ غلط بنیاد پر بات کر کے اور غلط رپورٹ دے کر اس ایوان کو حکومت نے اندھیرے میں رکھا ہے اور جو بات جان بوجھ کر غلط اس ایوان میں بیان کی جائے یقیناً وہ ایوان کے استحقاق اور تقدس کے منافی ہے ۔ اس لئے ان وجوہ کی بنا پر اس سے ایوان کا وقار اور استحقاق مجروح ہوا ہے جس کا ایوان کو نوٹس لینا چاہیئے ۔

جناب چیئرمین : شکریہ ۔ جناب زین نورانی صاحب ۔

Mr. Zain Noorani: Mr. Chairman, Sir, as I said, I oppose this motion because it is not based on facts. There has been no breach of privilege. No wrong statement has been made and the Cabinet Division gave a report which was based on facts, so that the people of Pakistan may not misunderstand the situation. I would seek your indulgence in

explaining a few things in answer to what the honourable Senator has said.

First and foremost, Sir, I am very glad to learn and to know that the honourable Senator feels so moved about the fate of those unfortunate people stranded in Bangladesh. He has referred to them as Biharis. I will not refer to them as Biharis. As far as I am concerned, they are those who either themselves or their parents opted to be Pakistanis when they went to Bangladesh in 1947. They have as much right to claim Pakistani nationality as any of us. However, where does the difficulty arise ? The difficulty arose because the so-called self proclaimed champion of peoples' rights—the previous Prime Minister of this country entered into two shameful agreements, one with India and the other a tri-partite agreement between India, Bangladesh and Pakistan in which he conceded—it was he who conceded—that these stranded Pakistanis would be considered as nationals of Bangladesh.

Voice : Shame, Shame.

Mr. Zain Noorani: Sir, I wish these crocodile tears had been shed in 1973-74 when the right of these people was mortgaged away by the then Prime Minister of Pakistan. But this government realising that a wrong had been done has seriously been re-considering this matter trying to find a way out of getting out of this awkward situation. The President of Pakistan set up a Secretaries' Committee to go into the problem of repatriation of non-Bengalis from Bangladesh and to work out the modalities for their repatriation and rehabilitation on the assumption that all the necessary funds would be made available by an outside agency. Subsequently on receipt of a report from this Committee a special Ministerial Committee was set up which decided to prepare a comprehensive plan of action for the repatriation and rehabilitation of non-Bengalis from Bangladesh. This Committee also decided to approach Rabeta-e-Alam-e-Islami to manage to raise the funds for the same. The total requirement would amount to 6897 million rupees or about 489 million US dollars. Till today the Rabata-e-Alam-e-Islami has not conveyed to the Government of Pakistan that they have succeeded in raising these funds. The only person who keeps on issuing statements off and on about this matter is Lord Ennals to whom the honourable Senator has referred. He had been informed by the Government of Pakistan that we appreciate his efforts but he

[Mr. Zain Noorani]

should co-ordinate them along with the Rabeta and that we would deal through them. Neither Shah Fahad's brother has issued any statement nor the Rabeta has given us to understand that this amount has been collected. From time to time Lord Ennals comes out with the statement, some times claiming that he has got a bank guarantee, some times claiming that he has been able to raise funds. But where are those funds ? I do not know, neither the Government of Pakistan knows.

Sir, I would like to make one thing more clear, through you, not only to the honourable Senator but if you permit also the people of Pakistan that when people talk of stranded Biharis in Bangladesh, they misunderstand as to who is stranded there. It is not merely those people who opted to go to Bangladesh or rather to East Pakistan in 1947. Among those stranded although the bulk of them are those who are originally Biharis but there are also some who went to East Pakistan from these very four provinces to earn their livelihood. They too are stranded over there. According to the agreement, where the right of all these people was conceded, it was decided that at that stage Pakistan would take one lakh seventy five thousand of those people into Pakistan. In my opinion and if justice were to be done, Pakistan should have insisted on absorbing each and every one of them but as I said that was not done.

So, Pakistan not only fulfilled its part of the agreement, not only did it accept those one lakh seventy five thousand but after that as a special case General Zai-ul-Haq who was then the President of Pakistan ordered the acceptance of more people belonging to divided families and special hardship cases. More than forty thousand of these have also come from Bangladesh. As far as the remaining people are concerned, as I said, the Cabinet Division has not given any false impression. As yet we have not been conveyed by the Rabeta that the money is there. Lord Ennals issues press statements but where the money is we do not know or if it is there at all.

As far as the contention of the Cabinet Division about using the word 'humanitarian'. I have explained the difficulty that in view of the bartering away of their rights in those two agreements with other nations we have to give a reason why are we now accepting them and

that is why we say on humanitarian grounds, besides the fact that it is really an humantarian issue. I have visited those people, I know that it is the need of the hour to get them over here. Further to this that the government is sincere about it. Only a few days back the statement of the Prime Minister of Pakistan has been published in almost all the newspapers over here that the Government of Pakistan is taking urgent and necessary steps to repatriate those stranded in Bengladesh to Pakistan.

In view of this facts Sir, there has been no breach of privilege of this House and I assure them that not only the resolution of the Senate but the claim of thses people to come to Paksitan will very seriously be considered and the shortest possible time will be taken to get them to Pakistan as soon as the funds are available. I thank you Sir.

جناب چیئرمین : جناب کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی : جناب چیئرمین ! میں اپنے محترم وزیر صاحب کے جوشِ خطابت سے بڑا متاثر ہوا ہوں۔ انہوں نے جو فرمایا تو وہ مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے بڑھے ہوتے ہیں اور اسی لئے وہ بہاری کا لفظ استعمال نہیں کرتے بلکہ انہیں پاکستانی سمجھتے ہیں۔ بہت عمدہ بات ہے اگرچہ اسی تقریر میں انہوں نے کئی جگہوں پر یہ لفظ بار بار استعمال کیا ہے لیکن یہ لفظ اگر میں نے استعمال کیا تو اس لئے نہیں کہ میں انہیں پاکستانی نہیں سمجھتا میں نے بہاری پاکستانی اس لئے کہا جیسے ہم پاکستانی پٹھان کہتے ہیں۔ یعنی ان کو ایڈینٹیفائی کرنے کے لئے، ورنہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ہم سے زیادہ پاکستانی ہیں۔ کیونکہ ہم نے اور یہاں رہنے والے ان بھائیوں نے جنہوں نے پاکستان کے لئے ایک وطن چھوڑا ہے، وہ دو دفعہ پاکستان کے لئے وطن چھوڑے ہوئے ہیں۔ ان کی قربانیاں ہم سے کہیں زیادہ ہیں - وہ ہم سے بڑھ کر پاکستانی ہیں۔ رہی یہ بات کہ انہوں نے فرمایا کہ پہلی حکومت نے ایسا نہیں کیا اور جو کیا وہ غلط کیا۔ میں اس اقدام کو ڈیفنڈ نہیں کروں گا لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس موقع پر کیبنٹ میں جو بحثیں ہوئیں اس میں کس کا کیا رول تھا اور کس نے کیا نقطۂ نظر اختیار کیا بہرحال یہ حقیقت ہے کہ وہ حکومت جو عوام کے ووٹوں پر منتخب ہوئی تھی اس نے اسلامی حکومت ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا تھا۔ اسلامی حکومت تو آپ نے قائم کی ہے۔ آپ نے خلافت راشدہ کا نمونہ قائم کیا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ

[Maulana Kausar Niazi]

انصار ہیں اور آپ لاکھوں مہاجرین کو بجا طور پر افغانستان سے یہاں سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ کام تھا کہ آپ اس مسئلے میں زیادہ سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ لیکن آپ نے اس مسئلے میں کیا کیا؟ میں اپنے دوست کو یہ یاد دلا کر شرمندہ نہیں کرنا چاہتا کہ کس نے کراچی میں یہ کہا تھا کہ ہم منگتوں اور فقیروں کو یہاں نہیں آنے دیں گے میں اس بحث میں نہیں جاتا۔ لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ بات کرتے ہوئے صرف مرحومین پر ہی اپنا سارا غصہ نہ نکالیں کچھ موجودہ سلطانان جائنز کے بارے میں بھی کلمہ حق کہنے کی کوشش کریں۔

بہر حال یہ کہنا ان کا کہ یہ جو بیان ہے لارڈ اینلز کا یہ صحیح نہیں ہے۔ "رابطہ" نے ان سے کوئی کنٹیکٹ نہیں کیا۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ جب یہ بیان آ رہا ہے تو اس میں کون سا پریسٹیج انوالو ہے کہ آپ "رابطہ" سے پوچھ لیں کہ یہ بیان آ رہا ہے اخبار میں، حقیقت کیا ہے۔ کیا واقعی فنڈز اکٹھے کر لئے گئے ہیں لیکن اس کی کوئی زحمت گوارا نہیں کی جاتی اور نہ "رابطہ" اس کی تردید کرتا ہے۔ صرف اس کھینچا تانی میں، اس خاموشی میں نقصان ہو رہا ہے، ان پاکستانیوں کا جو وہاں مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ میں وزیر صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر ان کے دل میں درد ہے اور یقیناً ہے تو وہ خود ہی اس سلسلے میں "رابطہ" سے رابطہ کریں۔ اور یہ خط لکھ کر فارن آفس کے ذریعے پوچھ لیں کہ کیا واقعی فنڈز اکٹھے ہو گئے ہیں یا نہیں کیونکہ "رابطہ" کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ فنڈز اکٹھے ہو گئے ہیں ورنہ وہ اس طرح کے بیانات کی تردید کر دیتے۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ جب تک اس بیان کی تردید "رابطہ" کی طرف سے نہیں ہوتی اس وقت تک اس بیان کو صحیح سمجھا جائے گا اور یہی پاکستان کے عوام سمجھیں گے کہ حکومت اس مسئلے میں مجرمانہ غفلت سے کام لے رہی ہے اور وہ جو رپورٹ ہمارے سامنے رکھ رہی ہے وہ مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ لہٰذا میں اپنی اس تحریک پر اصرار کروں گا اور یہ چاہوں گا کہ ایوان میں اس مسئلے پر غور ہو۔

جناب چیئرمین : شکریہ!

Mr. Zain Noorani: Sir, may I have two minutes because it is necessary in view of what has recently been said?

Mr. Chairman: If you can avoid going into the past history, I think it would be preferable.

Mr. Zain Noorani: Sir, because mention has been made of a statement which has already been contradicted.

Mr. Chairman: Then of course, you can state.

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین، پھر اگر انہوں نے کوئی مسائل اٹھائے جن کے جواب دینے کی ضرورت ہوگی تو مجھے بھی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: اگر میں مناسب سمجھوں گا کہ اس کے جواب دینے کی ضرورت ہے تو آپ کو بھی اجازت دی جائے گی۔

Mr. Zain Noorani: Sir, I only wish to say that as far as the statement just made by the honourable Senator is concerned I am glad that there is no difference of opinion between him and me. He also considers them Bihari Pakistanis. I consider them Pakistanis. So, there is no difference as far as that is concerned. A reference has been made to a misquoted statement of a high dignitary of the Government of Pakistan having been made in Karachi which was immediately contradicted. Thirdly I want to make one thing clear, that Lord Ennals is not part and parcel of the Rabeta and is not officially concerned with the Rabeta. It is upto Rabeta whether they want to contradict what he says or not, but we know what the Rabeta has told us that the amount has not been collected and that is what I have said, that is what the Cabinet Division has said. There is no reason and there is no authenticity being produced to doubt the statement of the Cabinet Division and finally Sir, as far as the islamization is concerned, if my memory does not fail me, it was the previous regime that declared Friday as holiday because Pakistan was an Islamic State and it was also the previous regime that islamized the system in Pakistan, at least to this extent in order to try.......

Mr. Chairman: I think that is going into the past history again which is not relevant to the present issue.

Mr. Zain Noorani: Right Sir.

Mr. Chairman: The privilege motion is based on the contention of Maulana Kausar Niazi that the Cabinet Division in its report of 5th February (on the repatriation of Beharis from

[Mr. Chairman]

Bangla Desh which was circulated to members of this honourable House, has misquoted and misled the House because in that report the Cabinet Division says :

> "The Government of Pakistan is constantly in touch with the Rabeta through the Ministry of Foreign Affairs to generate the requisite funds as promised. According to the latest information the Rabeta is still making its efforts to mobilize the requisite funds. As soon as the funds are available the Government of Pakistan will not hesitate to take the appropriate action".

Which means that while according to the Cabinet Division funds (on repatriation purposes) are still not available, there is (contradicting the contention of the Cabinet Division) a statement by Lord Ennals—whatever his status and capacity—that funds to the extent of 300 million dollars are available and have been collected. Now the question is whether that statement is based on facts or it is not based on facts. Lord Ennals, If I correctly remember—and it was in the context of the first resolution moved by Maulana Kausar Niazi on the subject reported–was to have stated even in the middle of 1986 that 300 million dollars are available. He is still repeating that statement but the difficulty appears to be that while the government is searching for the bird in hand, Ennals is pointing to the two in the bush—out in the desert. They may be there in the bush but the bird in hand is not there yet and this is what the Cabinet Division has tried to point it out in its report. It is also not the duty of either the Rabeta or of the Government to go on contradicting all irresponsible statement that are made on the subject. I am not commenting and I am not criticising the status of Lord Ennals but the statement attributed to him is definitely irresponsible because he has been repeating it without any proof whatsoever where and in what form these three hundred million dollars are available. According to the press, only I think a couple of weeks back, the Chairman of the Rabeta-e-Alm-e-Islami (Dr. Naseef) was here in this country. If any one was really interested in knowing what the status of the funds was he could have been aproached and he, on his own, made no statement whatsoever. That in itself would belie the statement of Lord Ennals that three hundred million dollars are available with the Rabeta.

This apart, here we are dealing with a motion and on this I think, several rulings have been given in the past that if a motion is based on something which is factually incorrect and the government denies it then in the absence of any independent additional evidence the motion will have to be considered as out of order. Let me refer to one of the previous decision which is before me, it says: "where facts are not admitted by government, Members desirous to move the motion must adduce some further facts or authentic information to support the motion". Now if it was really contended that funds are available with the Rabeta, which according to the Cabinet Division are not, but they have not intimated this fact to the Government of Pakistan then Dr. Naseef when he was here as Chairman of the Rabeta, سربراہ آف رابطہ he could have been contacted and the facts could have been verified from him. This was not done. In the circumstances when facts are denied or when government disputes the facts stated in the notice as Mr. Noorani has done and no independent evidence is produced to the contrary the government version of the facts is ordinarily accepted according to the universal Parliamentary Practice. So, the motion will have to be ruled out of order.

ADJOURNMENT MOTIONS

Mr. Chairman: Adjournment motion No. 9. Mr. Muhammad Tariq Chaudhary.

(1) *RE* : SURVEY REPORT THAT 75 TON GOLD IS SUMGGLED IN TO PAKISTAN EVERY YEAR

جناب محمد طارق چوہدری : میں تحریک کرتا ہوں کہ سینٹ کے اجلاس کی کارروائی روک کر قومی اہمیت کے اس فوری توجہ طلب مسئلے کو زیر بحث لایا جائے کہ "پاکستان میں ہر سال ۷۵ ٹن سونا سمگل کیا جاتا ہے" سونے کی اس سمگلنگ نے پاکستان کے اندر بے شمار اخلاقی اور معاشی مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ لہٰذا ایوان کے اندر اس مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے تاکہ یہ معزز ایوان اس قومی نقصان کے ضروری ازالہ پر فوری اقدامات تجویز کر سکے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed ?

Mr. Wasim Sajjad: Opposed.

[Mr. Muhammad Tariq Chaudhary]

جناب چیئرمین : آپ اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔

جناب محمد طارق چوہدری : جناب والا! ہر نوع کی سمگلنگ کا الگ الگ دائرہ کار اور الگ الگ حلقہ اثر ہے اور سمگلروں کے پاس اس کا نہایت شریفانہ جواز بھی موجود رہتا ہے۔ لیکن اس غیر قانونی کاروبار نے ہماری اور معاشرے کی طنابیں کھینچ کر رکھ دی ہیں معیشت کو برباد کر دیا ہے اور اخلاقیات جو ہیں وہ تباہی کے آخری کناروں پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کی جڑیں بہت گہری اور دور تک پھیل چکی ہیں۔ آپ کی اجازت سے میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناؤں گا تاکہ اس کی مزید اہمیت واضح ہو جائے۔

پچھلے دنوں کسٹم انٹیلیجنس کے ایک آفیسر نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ اسلام آباد کے ایک بہت بڑے آدمی کے بارے میں انہیں یہ اطلاع ملی کہ وہ سمگلنگ میں ملوث ہے لیکن اس کے لئے ان کے پاس کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے سوئٹزرلینڈ سے ایک آدمی کو گاہک بنا کر بلوایا، یہ آفیسر اس کے ساتھ تھے۔ بہرحال اس آدمی کے ساتھ رابطہ قائم کیا گیا۔ یہ سودا کروڑوں روپے کا تھا تو جب اسے یہ کہا گیا کہ ہم آپ کو یہ رقم تو دے دیتے ہیں لیکن آپ یہ مال ہمیں سیالکوٹ کے فلاں گاؤں میں پہنچائیں گے مگر اس ضمن میں کیا ضمانت ہوگی کہ جس سے ہم آپ پر اپنی رقم کا بھروسہ کر سکیں۔ یہ بات کچھ برس پرانی ہے، تو اس آدمی نے کہا تھا کہ کیا گورنر ہاؤس سے اس سلسلے میں آپ کو یقین دہانی ہو جائے تو کافی ہوگی۔ یعنی وہ صاحب ایک سابق گورنر سے تعلق رکھتے تھے جو کسی کنسٹرکشن کمپنی میں پارٹنر بھی تھے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کتنی گہری اور کتنی دور تک پھیلی ہوئی چیز ہے حکومت اس پر بڑے بھاری اخراجات اٹھاتی ہے۔ بے پناہ ادارے ہیں جو اس پر چیک رکھتے ہیں۔

Lt. Gen. (Retd.) Saeed Qadir: Sir, nothing has been stated on the admissibility, so far.

Mr. Chairman: Janab Chaudhary Sahib.

جناب محمد طارق چوہدری : لیکن حکومت کے اقدامات غیر موثر اور ناکام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ موجودہ کنونشن لیگ جونیئر کی حکومت سے ہمیں صرف یہی ایک اختلاف ہے کہ اس کا کوئی قدم ٹھوس، مضبوط، بہادرانہ اور جرأتمندانہ نہیں ہے۔

<u>جناب چیئرمین :</u> میرے خیال میں جہاں تک موشن کی ایڈمیسیبلٹی کا تعلق ہے اس پر بات کریں کہ یہ اہم نوعیت کا ہے، فوری واقعہ ہے۔

<u>جناب محمد طارق چوہدری :</u> یہ جناب بالکل اہم بھی ہے اور فوری نوعیت کا بھی ہے لہٰذا وزیر صاحب بتائیں کہ وہ اس کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ وہ اب سمگلروں کی حمایت کریں۔

<u>جناب چیئرمین :</u> جناب وزیر صاحب!

Mr. Wasim Sajjad: Sir, luckily, I have neither to support the smugglers nor Mr. Tariq Chaudhary. I have to speak on the technicalities as laid down in Rule 71 and to submit before you Sir, that it should be ruled out of order because it does not qualify under this rule. Firstly, Sir, it is purely hypothetical to state that 75 tons gold is being smuggled into Pakistan every year. There is no official record of this nature which is purely a supposition on the part of some body. I can say it is not 75, it is 74. Sombody may say it is 80. So, it is purely hypothetical.

Secondly, it is not a single specific issue. Smuggling if it has taken place, it is over a period of time. Therefore, it is not a matter of recent occurrence.

Thirdly, Sir, it does not deal with a single specific issue which is a requirement of Rule 71. If smuggling has taken place over a long period of time, it must be several incidents of smuggling which together amount to this much of gold being smuggled. So, for these reasons, I would submit that this may kindly be ruled out of order.

Mr. Chairman: Thank you.

The news item on which this motion is based reads as follows :

"پاکستان میں ہر سال ۷۵ ٹن سونا سمگل کیا جاتا ہے۔ ایک سرکاری سروے کے مطابق اس میں سے بیس فیصد سونا ملک میں رہتا ہے باقی ماندہ بھارت سمگل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو دیگر سامان سمگل ہو کر پاکستان پہنچتا ہے اس کی مالیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تاہم

[Mr. Chairman]

حکام نے انکشاف کیا ہے کہ سالانہ اندازاً ۲۰ ارب روپے کی سمگل شدہ اشیاء پاکستان پہنچتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر اہم اشیاء جن کی درآمد کی اجازت ہے لیکن زیادہ ایکسائز ڈیوٹی کی وجہ سے انہیں سمگل کیا جاتا ہے جن میں آٹو پارٹس، پلگ، ٹائر ٹیوب وغیرہ شامل ہیں، سروے میں بتایا گیا ہے کہ ملک کی بہت ساری مارکیٹوں میں سمگل شدہ مال فروخت ہو رہا ہے ان میں سے گیارہ کراچی میں، آٹھ لاہور میں، پانچ کوئٹہ میں اور سات بلوچستان کے مختلف شہروں میں واقع ہیں۔ لاہور کی ایسی مارکیٹوں میں شادمان مارکیٹ، شاہ عالم گیر مارکیٹ، پاک مارکیٹ وغیرہ شامل ہیں۔"

So, it is, I think, as the honourable Minister has stated, not confined to one single issue although in the motion the honourable Senator has referred only to the 75 tons of gold which is being smuggled annually. The other is that it is a continuing affair, nobody is denying that. Smuggling is taking place in this country but it is not one single matter, one single occurrence which can be pin-pointed and something which is continuing over a number of years that cannot be made the subject of an adjournment motion. I think, also from the trend of the motion, it appears :

"کہ سونے کی سمگلنگ سے بے شمار اخلاقی، معاشی مسائل پیدا ہوتے ہیں اور ان مسائل پر بحث کی جائے۔"

It extends the scope of the adjournment motion not only to a specific incident of smuggling but to the entire import policy of the government and that can be discussed and debated on the basis of a resolution which if the honourable member so wishes, can move under Rule 87 but it cannot be the subject matter of an adjournment motion. So, ruled out.

چوہدری طارق صاحب، آپ اگلی بھی اپنی تحریک پیش کر دیں

(II) *RE* : BOMB EXPLOSIONS AT PESHAWAR

جناب محمد طارق چوہدری : میں تحریک کرتا ہوں کہ آج کے اجلاس کی کارروائی روک کر قومی سلامتی اور ملکی امن و سکون کے اس اہم ترین مسئلے کو زیر بحث لایا جائے کہ پشاور میں ۱۹ فروری کو بم کے دھماکے میں درجنوں افراد شہید اور زخمی ہو جانے کے باعث جو صورتحال پیدا ہوئی ہے اس نے پاکستانی عوام میں شدید بے چینی اور خوف و ہراس پیدا کر دیا ہے، لہٰذا ضروری ہے

کہ عوامی اہمیت کے حامل اس قومی مسئلے کو فوری طور پر زیر بحث لایا جائے تاکہ یہ معزز ایوان اس کے حل کے لئے ضروری تجاویز مرتب کر سکے۔

Mr. Chairman: Is it opposed ?

Mr. Wasim Sajjad: Yes Sir.

جناب چیئرمین : مولانا کوثر نیازی صاحب۔

قاضی حسین احمد : اگر مجھے اجازت دیں تو میں اس واقعہ کا عینی شاہد ہوں۔ اس علاقے میں گیا ہوں، اس گاؤں میں گیا ہوں۔ اس لئے جو حقائق اس واقعہ کے بارے میں ہیں، وہ میں بہتر طریقے سے عرض کر سکوں گا۔

جناب چیئرمین : میرے خیال میں ہم ایڈمیسیبلٹی پر فی الحال بات کر رہے ہیں ----

قاضی حسین احمد : وہ رپورٹ جو انہوں نے سنائی ہے وہ غلط اخباری رپورٹ پر مبنی ہے۔

جناب چیئرمین : پہلے ان کو سن تو لیں، جی مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی : جناب چیئرمین ! پشاور میں جو واقعہ ہوا، یہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ یہ ملک میں ہونے والے بہت سے دوسرے واقعات کا خدانخواستہ پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے اور اس کا تعلق ملک کی اور ہماری حکومت کی خارجہ پالیسی سے ہے اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ حکومت نے اگر بدلے ہوئے حالات میں اپنی پالیسی کو حقائق پر استوار نہ کیا تو اس طرح کی صورتحال ملک میں جو تشویشناک طور پر پشاور میں پیدا ہوئی، بڑھتی چلی جائے گی۔ میں بار بار پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حکومت جو ہے فارن پالیسی پر ڈیبیٹ کرانے سے گریز کر رہی ہے، یہ مسئلہ بہت اہم ہے اور اس کو یہاں ایڈمٹ ہونا چاہیئے تاکہ اس کے تناظر میں ہم حکومت کی افغان پالیسی پر گفتگو کر سکیں۔

جناب چیئرمین : جناب طارق چوہدری صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری : اس سے پہلے کہ وزیر عدل سمگلروں کے بعد اب تخریب کاروں کی حمایت میں آئیں، میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ میرے فاضل دوست نے فرمایا کہ یہ بہت سے واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا تھا، یہ بہت سے واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا تھا نہیں بلکہ یہ بہت سے واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہوا، یعنی ۱۹ کے اس واقعہ کے بعد تخریب کاری اور افغانستان کی طرف سے بمباری کا ایک تسلسل ہے، واقعات کا ایک تسلسل ہے

[Mr. Muhammad Tariq Chaudhary]

جس کے سبب پاکستان میں مسلسل سینکڑوں پاکستانی شہید ہوئے، ۱۹ فروری کو یہ واقعہ پیش آیا، اس کے بعد پھر ایک گاؤں میں آگ لگانے والے بم پھینکے گئے، اس کے بعد پشاور یونیورسٹی، ایئرپورٹ اور پھر ۲۷ فروری کو شمالی وزیرستان میں افغان طیاروں نے بمباری کی جس میں ۴۰ آدمی ہلاک ہوگئے، پھر ۲۸ فروری کو کرم ایجنسی میں ۴۲ آدمی ہلاک ہوگئے اور پھر اسی دن ہمارے وزیراعظم محمد خان جونیجو نے یہ بیان دیا کہ اب افغان طیاروں کو مار گرانے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ پھر یکم مارچ کو افغان طیاروں نے بمباری کی اور سیدگئی پر بم برسائے جہاں گورنر سرحد اور اعلیٰ حکام بھی موجود تھے، اس دن پھر یہ بیان شائع ہوا کہ کوئی افغان طیارہ خیریت سے واپس نہیں جائے گا، پھر ۲ مارچ کو پاکستان کے سرحدی قصبہ پر بمباری کی گئی، پھر ۳ مارچ کو شلمان کے علاقے پر افغان طیاروں نے بمباری کی اور آج کے اخبارات میں بھی اسی طرح کی خبر چھپی ہے یعنی یہ ایک تسلسل ہے، تواتر کے ساتھ اس طرح کی کارروائیاں ہوتی چلی گئی ہیں اور ابھی تک رکنے میں نہیں آئی ہیں۔

جناب چیئرمین: چوہدری صاحب، اسی ایک وجہ سے آپ اپنی تحریک کی نفی کر رہے ہیں اگر یہ ایک مسلسل عمل ہے اور تواتر سے ہو رہا ہے اور آپ نے بہت سارے واقعات کا حوالہ دیا ہے تو یہ ایک simple occurrence نہیں ہے جس کو تحریکِ التوا کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ بہرحال یہ آپ کی رائے ہے، آپ کی اپنی صوابدید ہے جس طریقے پر آپ وضاحت کرنا چاہتے ہیں کریں۔

جناب محمد طارق چوہدری: جناب ان واقعات سے میں یہ بات ثابت کرنا چاہ رہا تھا کہ بنیادی طور پر حکومت کے ذمہ صرف دو کام ہیں، ایک یہ کہ وہ قوم سے ریونیو اکٹھا کر کے ملک کی اور قوم کی اجتماعی فلاح پر خرچ کرے، دوسرا یہ کہ اس ملک کے اندر جو لوگ موجود ہیں ان کی جان اور مال کو تحفظ فراہم کرے، صرف یہ دو کام بنیادی طور پر حکومت کے ذمہ ہوتے ہیں۔ لیکن جہاں ریونیو اکٹھا کرنے کا تعلق ہے اس میں تو حکومت کا رویہ یہ ہے کہ جس طرح کسی جابر ٹھیکیدار کو کسی محصول چنگی کا ٹھیکہ دے دیا گیا ہو اس طرح کنونشن لیگ لمیٹڈ کے پاس ریونیو اکٹھے کرنے کا ٹھیکہ ہے لیکن لوگوں کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری فوجی برادران پر ڈال دی گئی ہے اور یہ دونوں ادارے الگ الگ رخ پر کام کر رہے ہیں

الگ الگ طریقے پر کام کر رہے ہیں اور لوگوں کی جان و مال عزت و آبرو قطعی طور پر ان کے ذریعے سے محفوظ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : ایڈمسیبلٹی کی بات کریں، وہ ہوگئی ؟

جناب محمد طارق چوہدری : ہوگئی۔

جناب چیئرمین : جناب وسیم سجاد !

Mr. Wasim Sajjad: Sir, first I deal with the adjournment motion of Maulana Kausar Niazi. He has first of all given or reproduced certain facts as given in the newspaper and then in the concluding portion he says,

"اس واقعہ سے یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ خدانخواستہ موجودہ حکومت کی غلط پالیسی کے نتیجے میں ملک میں سول وار شروع ہو جائے:

Now this Sir, directly rules this adjournment motion out of order under 71(g) which says :

> "it shall not contain arguments, inferences, ironical expressions or defamatory statements".

And wherever any mover of the motion draws an inference or makes an ironical expression straight away that is ruled out. Secondly Sir, this is a matter as Senator Tariq Chaudhary has very rightly said, "تسلسل سے، تواتر سے، کچھ عرصے سے چل رہا ہے" the government very much regrets this. The government is very much concerned about this but nevertheless Sir, these incidents have been going on and this is a matter within the provincial field and the provincial government is taking all steps within its powers to prevent the occurrence of these incidents and since it is a matter which has been going on for sometimes. These incidents have been going on, therefore, Sir, it is not one definite issue and it is not a matter of recent occurrence. Also Sir, this matter or I would say discussion on matters of this nature has already taken place in the National Assembly and in the Senate and it is, therefore, hit by Rule 71 (d) which says :

> "it shall not revive discussion on a matter which has been discussed in the same session or in the Assembly within the last six months ;"

Detailed discussion has taken place on the law and order in which this matter came up specifically for mention by the members.

[Mr. Wasim Sajjad]

Then Sir, because this was an incident which was a criminal act, therefore, cases were registered and these cases now are pending before courts of law or at least investigation is pending and, therefore, it would be hit by Rule 71(1) which says :

> "it shall not relate to a matter pending before any court or other authority performing judicial or quasi-judicial functions."

For all these reasons, Sir, I would submit that these adjournment motions may kindly be ruled out of order.

Mr. Chairman: I agree with the technical reasons given by the honourable Minister that the motion under several rules would not be acceptable but I would like to point out one inaccuracy also in the motion moved by Maulana Kausar Niazi.

مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دھماکہ افغانی مجاہدین کی ایک تنظیم اتحاد اسلامی افغانستان کے دفتر میں چھ بموں کے پھٹنے سے ہوا ۔

This statement, I am afraid, is not correct. There has been some misreading of the Press report on this. What the Press report says is :

'متعدد زخمیوں کی حالت نازک، دھماکے کی جگہ سو گز کے فاصلے پر واقع کچی آبادی تباہ ہو گئی جس میں مہاجرین کی پانچ دکانیں ایک دفتر شامل ہے۔ دھماکے کی جگہ پہ پانچ فٹ گہرا گڑھا پڑ گیا ہے، بم کا یہ خوفناک دھماکہ گڑھی قمر الدین میں واقع اتحاد اسلامی افغانستان کے ایک دفتر....

Now there is a text below this and there is a text to the side of it but the correct reading of the news item is that this portion :

'اتحاد اسلامی افغانستان کے ایک دفتر اور اس سے ملحقہ گورنمنٹ مڈل سکول کے باہر کھڑے بظاہر ایک خالی ٹرک میں ہوا۔ دھماکے سے ٹرک کے پرخچے اڑ گئے'۔

So, it was not in the office of the Ittehad-e-Islami but it was in a truck outside this office in which this incident took place and this is what was reported by other papers also.

'اس ٹرک میں یہ دھماکہ ایک نہیں بلکہ بیک وقت چھ بموں کے پھٹنے سے ہوا'،

and that was in the truck actually and not in the office.

اور لوگ دھماکے کی آواز سننے سے اضطراب میں آگئے ۔ وغیرہ وغیرہ

So, I think to that extent the statement also is not based on facts.

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین ! یہ دھماکہ چھ بموں کے پھٹنے سے نہیں ہوا یہ ٹرک کے اندر بارود پھٹنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: یہی میں نے عرض کیا۔ آپ کا ٹائم بچانے کے لئے، ایوان کا ٹائم بچانے کے لئے اور ہم سب کا ٹائم بچانے کے لئے۔ تو میں نے وہی پوائنٹ آؤٹ کیا۔

قاضی حسین احمد: اور یہ اتحاد اسلامی کا بھی دفتر نہیں تھا۔ یہ بھی غلط ہے۔

جناب چیئرمین: وہی میں نے پوائنٹ آؤٹ کیا جو اخبار میں تھا۔

So, this motion is inadmissible under Rule 71 (a, b, c and d) as well as (g and j). Ruled out.

چھ منٹ اور باقی ہیں ایک اور ایڈجرنمنٹ موشن لی جا سکتی ہے میرداد خیل صاحب آپ اپنی موشن موو کریں۔ نمبر ۲۴ ۔

(iii) *RE* : INSTRUCTIONS ISSUED BY THE DISTT. POPULATION PLANNING OFFICER, THARPARKAR TO WOMEN MOTIVATORS

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ روزنامہ "جسارت" کراچی مورخہ ۲۵ فروری کو یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ضلع تھرپارکر میں جبری نس بندی کی بھرپور مہم شروع کر دی گئی ہے۔ نس بندی کے زیادہ سے زیادہ کیس نہ لانے والے ملازمین کو نوکریاں ختم کر دینے کی دھمکی، ضلع کے شہری حلقوں میں حکومت کے اس اقدام کے خلاف شدید غم و غصہ، وسیع پیمانے پر جبری نس بندی کی بھرپور مہم شروع کر دی گئی ہے ضلعی افسران کی جانب سے ملازمین بالخصوص خواتین کو جبری نس بندی کے زیادہ سے زیادہ کیس لانے کی سخت ہدایت کی ہے بصورت دیگر ملازمین کی نوکریاں ختم کی جائیں گی۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق ۲۳ فروری سے ضلع تھرپارکر کے دیہی علاقوں میں جبری نس بندی کی بھرپور ترغیب کے لئے متعدد علاقوں میں کیمپ لگا کر مہم شروع کی جا رہی ہے۔ آغاز میں یہ کیمپ صحرائے تھر کے دور دراز علاقوں

[Mr. Abdur Rahim Mir Dad Khel]

یں قائم کئے جائیں گے کیونکہ ان علاقوں میں اس کارروائی کے خلاف زیادہ احتجاج کی امید نہیں ہے یہ تمام ہدایات پاپولیشن پلاننگ آفیسرز کے اجلاس میں دی گئیں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سٹاف پر سختی سے زور دیا جائے کہ وہ اس مہم میں زیادہ سے زیادہ کیس لائیں ورنہ حکومت ان کی نوکریوں کے خاتمے کا اعلان کر دے گی اس اقدام سے تمام ملازمین میں سخت بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ اس اہم اور فوری نوعیت کے معاملہ کے پیشِ نظر ایوان میں اس پر بحث کی جائے۔

Mr. Zain Noorani: Opposed, Sir.

Mir. Ali Nawaz Khan Talpur: Sir, I come from Tharparkar. There is no such thing as has been stated by the honourable Senator.

جناب چیئرمین: آپ کوئی اور تشریح کرنا چاہیں گے میر علی نواز خان تالپور جو تھرپارکر کے رہنے والے صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب والا! میں نے اخبار سے یہ خبر لی ہے۔ یہ اخبار روزنامہ کراچی "جسارت" کی ہے اور باقاعدہ حوالہ ہے۔ یہ غلط خبریں کبھی شائع نہیں کرتے ہیں۔ اس دورِ حکومت میں پہلے ہی پوسٹ گریجویٹ اور اسی طرح ہزاروں کی تعداد میں انجنیئرز، ڈاکٹرز بے روزگار ہیں۔ لیکن اب چھوٹے طبقے کے اوپر بھی نظر ثانی کی جا رہی ہے تاکہ ان چھوٹے طبقوں کو نوکریوں اور ملازمتوں سے برخاست کیا جائے یہ سوچ اور سمجھ ہے اگر واقعی یہ صورتِ حال ہے تو یہ بہت ہی تشویشناک ہے۔ اور خصوصاً چھوٹے طبقے کے ملازمین کا یہی کاروبار اور ملازمت کا سہارا ہے وہ اپنی نوکریاں کرتے ہیں، محنت مزدوری کرتے ہیں۔ تب وہ تنخواہ لیتے ہیں تو اگر یہ صورتحال ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔

میر حسین بخش بنگلزئی: پوائنٹ آف آرڈر، وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر واقعی وہ مشروط بنا رہے ہیں اپنے اس ۔ ۔ ۔

جناب چیئرمین: میں سن رہا ہوں اور یہ میرا کام ہے کہ میں اس کا نوٹس لوں آپ تشریف رکھیں۔

میر حسین بخش بنگلزئی: ایک چیز ہی مشروط ہے۔

Mr. Chairman: This is no point of order to interrupt an honourable member.

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: چیئرمین تو آپ نہیں بن رہے ؟

تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اب یہ صورتِ حال رہی تو ہمیشہ غریب طبقے کے اوپر یہ آفات اور بلیات ... حکومت اس طرح کے جو اعلانات کرتی ہے اگر یہ صحیح ہیں تو پھر اس کی تردید بھی نہیں آئی ۔ تو یہ تردید کر دیں ۔

جناب چیئرمین : صحیح ہے ۔ جناب زین نورانی صاحب ۔

Mr. Zain Noorani: Sir, I oppose this. First of all I do not think it meets with any of the requirements for admissibility.

In the first instance, the report in the 'Jasarat' appeared on 25th of February 1987 and the تشویش and the mental anguish of the honourable Senator started on the first of March, 1987.

Secondly, Sir, unfortunately or fortunately "Jasarat" is being edited by a very dear friend of mine, therefore, I don not want to say that every thing contained in it is not 100% correct.

As the honourable Senator Talpur has said correctly, there is no compulsory sterilization either in Tharparkar or any other part of Sind.

Finally, Sir, besides these points let me inform the honourable Senator through you that according to the Transfer of Population Welfare Programme Field Activity Ordinance, 1983, the field activities have been transferred to the provinces and are a provincial subject not a federal matter. Thank you, Sir.

جناب چیئرمین : ابھی ابھی میں نے ایک اپنی ہی رولنگ کا حوالہ دیا تھا جس کے ضمن میں، میں نے یہ عرض کیا تھا کہ کوئی ایڈجرنمنٹ موشن اس نیوز آئیٹم پر بیس نہیں ہو سکتا جس کی حکومت تردید کرتی ہے یا حکومت کہتی ہے کہ یہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے تو ابھی ابھی وزیر صاحب نے یہی فرمایا کہ یہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے ۔ آپ نے بھی اپنے فرمودات اور ارشادات میں ifs and buts کا حوالہ دیا کہ اگر یہ صحیح ہے تو اس کے یہ اثرات ہو سکتے ہیں تو میں پھر اسی رولنگ کو repeat کروں گا کہ

"unless facts can be substantiated by corroborative evidence of unimpeachable integrity, a news item cannot form the subject of an adjournment motion".

[Mr. Chairman]

ویسے میں آپ سے عرض کر دوں کہ ان باتوں سے شاید آپ کو نفرت ہو۔ ضمیر جعفری کو شاید آپ نے کبھی نہیں پڑھا . . . .

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : میں نے دیکھا ہی نہیں ہے ۔

جناب چیئرمین : دیکھا ہی نہیں ہے تو میں آپ کو سنا دیتا ہوں فرماتے ہیں ۔

شوق سے لختِ جگر نورِ نظر پیدا کرو

ظالمو! تھوڑی سی گندم بھی مگر پیدا کرو

تو یہ جو سب نس بندی کا کام اگر ہو بھی رہا ہے . . . . .

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : اسی لئے میں نے اس کو دیکھا ہی نہیں ہے ۔

جناب چیئرمین : باقی یہ جو ہم آبادی میں اضافہ کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ نے خود شکایت کی کہ بے روزگاری اور بھی بڑھا رہے ہیں تو اسی ضمن میں میرے خیال میں نظم یا غزل یا جو کچھ اس کو کہیں . . . . .

مولانا کوثر نیازی : جناب میرداد خیل صاحب کو ایک مشکل ہے وہ شوکت تھانوی کا ایک شعر ہے

عاشقی قیدِ شریعت میں جب آجاتی ہے

جلوۂ کثرتِ اولاد دکھا جاتی ہے

جناب چیئرمین : وہی وہ کثرتِ اولاد کے متعلق بھی میرے خیال میں اسی نظم میں ضمیر جعفری صاحب کا ایک شعر ہے کہ

کیا چھچھوندر سے نکالے ہیں یہ بچے شیخ جی

قبلہ عالم انہیں بارے دگر پیدا کرو

موشن از رولڈ آوٹ ۔ میرے خیال میں آپ اور تقریر نہ کریں ۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : شکریہ رولڈ آوٹ کرنے کا۔ آپ نے بڑا اچھا کیا ۔نیازی صاحب کیوں بدل گئے ہیں ۔ ان سے یہ دریافت کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین : ایوان سے باہر پھر آپ پوچھ لیں ۔

پروفیسر خورشید احمد : جناب والا ! گندم کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھیئے کہ ہر شخص کہ جس نے والا منہ ایک اور کام کرنے والے ہاتھ دو ساتھ لاتا ہے ۔ اگر یہ ہاتھ کام کرنے والے ہوں ۔

Mr. Chairman: So, this brings us to the end of the adjournment motions, or rather the time for adjournment motions.

We take up the regular agenda. Item No. 2. Kazi Abdul Majid Abid. (Not present).

THE PAKISTAN WATER AND POWER DEVELOPMENT (AMENDMENT) BILL, 1987

Mr. Wasim Sajjad: Sir, with your permission I beg to introduce :

> "A Bill further to amend the Pakistan Water and Power Development Authority Act, 1958 [The Pakistan Water and Power Development (Amendment) Bill, 1987].

Mr. Chairman: The Bill further to amend the Pakistan Water and Power Development Authority Act, 1958 [The Pakistan Water and Power Development Authority (Amendment) Bill, 1987] stands introduced and is referred to the Standing Committee.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Point of order Sir. You were pleased before to tell us whenever they bring a Bill for amendment, they would also supply us a copy of the Bill or Act. If it is too big then copy of the relevant portion which they are seeking to amend. So, I would through you remind them that when they want to introduce a Bill for amending anything, at least they should give us a copy of that relevant portion which they are seeking to amend.

Mr. Wasim Sajjad: We will do it Sir, but the appropriate stage would be when it comes up for consideration. At the moment it will be going to the Standing Committee.

Mr. Chairman: At least to the members of the Standing Committee I think, it would be necessary to give them a copy of the relevant portion of the Bill. The Bill is quite lengthy. So, probably it may not be possible to supply it in adequate numbers but to the Standing Committee I think, the relevant portions can be furnished.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Sir, when it is introduced, it becomes the property of the House. Before we permit anything to be introduced, we should know what is being done.

Mr. Chairman: You are right.

Mr. Ahmed Mian Soomro: This is your decision earlier also, Sir.

Mr. Chairman: This is true. I am sticking to that I am not saying anything against this.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Why should not the whole House know what is being done.

Mr. Chairman: At this stage I think, they will have first right to know *i.e.* the Standing Committee what is happening to the Bill what the nature of this amendment is. But I think in due course of time before this comes up for consideration by the House you would also get copies of the relevant portion of the Bill.

Mr. Ahmed Mian Soomro: That means at the time of introduction we do not know what we are allowing to be introduced.

Mr. Chairman: Now that stands introduced automatically. The Rules do not give you any choice when it is a Government Bill it stands introduced automatically and is also referred automatically to the Standing Committee. To that extent the House has no choice.

THE CONSTITUTION (TENTH AMENDMENT) BILL, 1987

Mr. Chairman: We take up the first reading of item 3 :

> "The Bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (Tenth Amendment) Bill, 1987], as passed by the National Assembly, be taken into consideration".

The debate was going on this. Who is going to be the first speaker ? Mr. Ahmed Mian Soomro.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Sir, in principle at this stage I would support the amendment. The reasons being firstly that this Bill as it was originally introduced in the National Assembly contained three amendments. One pertaining to the minimum number of days being reduced. The second pertaining to the quorum being reduced to 1/6 and the third pertaining to four days break to be considered as working days. I am glad Sir, that better sense has prevailed with the government and they rightly withdrew two of the amendments namely—pertaing to the quorum and secondly the provision pertaining to four days break being treated as working days. If those had continued to be there and passed by the National Assembly it would have affected our working and it would have been for us to see whether that amendment would adversely affect our working. But now with the withdrawal of those two amendments I think what is left really pertains now only to the National Assembly and they having passed it with more than 2/3rd majority. I personally feel it would not be right for us to interfere in something which they want and in which we are in no way affected. So, therefore Sir, as I said in principle, I support this amendment primarily on that consideration.

Secondly, it tends to bring it in line to the 1973 Constitution which is the general demand of the people of this country. But I admit that there are more important amendments required to bring it to fit in with the 1973 Constitution and I hope the government would take steps in that right direction. Sir, this is the minimum that they have prescribed which originally was there 130 days. Actually what was the principle in raising it to 160 days I con not understand because this is the minimum. If they want they can sit for 200 days, they can sit for the whole year depending on the work. We realized in the last year that this 160 days make the Assembly to unnecessarily sit and discuss things and pass the time which was not very necessary. Because here I would like to inform the government that it has failed to bring forward legislation which could have made that time to be rightly utilized. There are a lot of mandatory legislation which they have to take but which they have failed to take. They had formed a Constitution Committee at the time announced the Constitution Committee which was formed by the Prime Minister from the member of this Senate to review the whole Constitution and particularly to review the hardship cases under Martial Law to see that those political prisoners who are rotting in Jails, who under the ordinary law could not have been

[Mr. Ahmed Mian Soomro]

probably even one hour under arrest. But government inspite of forming that Committee of which I have the privilege also of being a member have failed even to call meetings of that Committee more often, the only decision we have been able to take so far is that the Prime Minister shall be a Muslim which in any case Sir, with this brute majority which we do have in the National Assembly with the grace of God of course we would always have a Muslim Prime Minister and if such a vast majority wanted a non-Muslim which would have been very unrealistic. So, as I said Sir, that Committee has failed to function as promised in this Senate and as repreatedly promised by the Prime Minister and I would, therefore, urge this Chairman but the worthy Chairman was our previous Law Minister. Now we have a new Chairman who is the new Law Minister but it does seem to have affected the rate of functioning of this Assembly. It appears as is by the time we take a decision even on one point which is most important, namely, the hardship cases, probably all those people would have undergone their sentences and have become a *fait accompli*.

I would therefore, very respectfully, through you, urge the government to give this matter the proper attention it deserves and amend the Constitution if necessary when we are amending the Constitution, as amended by the Constitution (Eighth Amendment) Act, the latest Act, and show the people that we are their representatives. I am sorry to say, the public is very much disappointed by our functioning which is almost now coming to the end of the second year. We cannot be proud of our achievements except that Martial Law has been removed. But many other things, which we should do and which we have to do, should be given the proper weight at which we should work.

Then Sir, technically, this amendment is being called the Tenth Amendment there is no Ninth Amendment passed so far, and legally each amendment gets its number from the time it is passed. If we pass this amendment and call it the Tenth Amendment, I think, Sir, it would appear rather ridiculous without a Ninth Amendment we have a Tenth Amendment. And what I feel, is—the government has no intention to pass the Ninth Amendment. They said government has not passed it, the Senate has passed it and passed it long ago. But it has gone into cold

storage there, and I hope I am wrong, but it seems that they have no intention of passing the Ninth Amendment at least not before the Tenth Amendment. So, I think it would be appropriate to name this as the Ninth Amendment and if that is passed then that would be the Tenth Amendment.

Mr. Chairman: I don't want to interrupt you but this House has passed a Bill already which this House has termed as the Ninth Amendment. Now we are not concerned with what somebody else calls this particular Bill. But as far as we are concerned, since we have already approved the Constitutional (Ninth Amendment) Bill, this automatically, logically and numerically becomes the Tenth Amendment as far we are concerned. From the government point of view, it may be a different issue. But as far the Senate is concerned, I think, we are pre-empted from calling it something else than the Tenth Amendment.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Sir, I respectfully accept that but I differ on this point that it would be an amendment only after it is accepted by the National Assembly in accordance with the Constitution. At present, it is still a Bill and not an Act. Therefore, my submission is that our merely passing it takes us nowhere, as far as the Constitution is concerned and if the National Assembly even changes a comma in it, it has to come back to us, and therefore, until the time it is passed it does not become the Ninth Amendment. If we pass this, this would actually be the Ninth Amendment to the Constitution. This is my humble submission of course, Sir, I will bow to your decision. But this is what I feel and what I am presenting before you, and the House, Sir.

Mr. Chairman: The decision has to be taken by the House.

Mr. Ahmed Mian Soomro: In any case, Sir, when this is passed it would be rather strange that we will call this as Tenth Amendment without there being a Ninth Amendment in the Constitution. So, Sir, in these circumstances I feel that since the National Assembly wants to change its working without to the slightest extent affecting our working and with the rate the government is going on with legislation it finds no work for the Houses which should be otherwise, in fact, the

[Mr. Ahmed Mian Soomro]

days should be short and the work should be more. So, from that point of view, Sir, I think, a minimum of 130 days saves time and money when there is no work.

Mr. Chairman: Thank you. Prof. Khurshid, are your ready ?

Prof. Khurshid Ahmad: No, Sir.

Mr. Chairman: Then Shad Muhammad Khan.

جناب شاد محمد خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - جناب چیئرمین صاحب ! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اظہارِ خیال کا موقع دیا - جناب والا ! ہر بات پر خواہ اس کا تعلق براہ راست ترمیم سے یا کسی چیز سے ہو یہاں ایک وتیرہ بن گیا ہے - جب سے یہ ایوان بالا وجود میں آیا ہے تو اس کا سارا وقت frivolous تحریک التوا اور تحریکِ استحقاق پر ضائع کیا جا رہا ہے اور آج تک میرے نوٹس میں ایک یہ بات بھی نہیں آئی کہ کوئی بھی تحریکِ التوا یہاں منظور ہوئی ہو، یا اس پر کوئی کارروائی ہوئی ہو -

جناب چیئرمین : میرے خیال میں frivolous آپ ان کو نہیں کہہ سکتے - جو حضرات ان تحاریک کو لاتے ہیں ان کے نقطۂ نظر سے وہ بالکل صحیح اور جائز ہوتی ہیں - یہ اور بات ہوتی ہے کہ چیئر یا ایوان ان کو مسترد کر دیتا ہے - جی آگے چلیں -

جناب شاد محمد خان : جناب والا ! اس ایوان کا کام آئین سازی کا ہے اور چاہیئے یہ کہ بجائے اس کے کہ (اس کو میں اب frivolous نہیں کہوں گا) بیجا وقت ضائع کیا جائے زیادہ وقت اس آئین سازی کے کام پر دینا چاہیئے جو اس ایوان کے سپرد کیا گیا ہے - شروع سے لے کر آج تک ہمارے تین چار گھنٹے اس بحث مباحثے میں صرف ہو جاتے ہیں جس کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا - لہٰذا جناب والا ! اس سپرٹ اور جذبے سے اور عوام کے مطالبے سے کہ ہمیں وہ آئین جو ۷۳ء سے نافذ ہے جو قابلِ قبول ہے - اس کی طرف قدم اٹھا کر حکومت نے بڑا ایک احسان بھی کیا ہے لیکن دلچسپی لوگوں کی کم ہوتے ہوتے یہاں تک آ گئی ہے کہ کورم بار بار ٹوٹتا رہتا ہے اور یہ بات ضروری سمجھی گئی کہ اجلاس کے دنوں کی کم از کم میعاد جس کا تعین ۱۶۰ دن تھا اسے کم کر کے ۱۳۰ دن کیا جائے اور یہ بل قومی اسمبلی سے پاس ہو کر ہمارے سامنے آیا ہے - چاہیئے تو یہ تھا کہ فی الفور بغیر وقت ضائع کئے ہوئے، بغیر مزید ترمیمات لائے اسے منظور

کرتے تاکہ یہ ایکٹ کی شکل اختیار کر کے حکومت کے لئے ایک راستہ ترتیب دیتا کہ وہ آئندہ کے لئے سالانہ پروگرام اس پر ترتیب دیں۔ لہٰذا جناب والا! اس میں وقت ضائع کرنے کی کوئی خاص اشد ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک معمولی ترمیم ہے۔ اس ترمیم سے کم سے کم دنوں کا تعین ہو جائے گا اور زیادہ سے زیادہ اجلاس کے لئے تو یہ ایوان تین سو پینسٹھ دن بھی بیٹھا رہے تو اس پر کوئی بندش اور قدغن نہیں لگائی گئی۔ لہٰذا حضور والا! میں یہ استدعا کروں گا کہ اس پر مزید وقت ضائع نہ کیا جائے اور فی الفور اس ترمیم کو قابل قبول بنا کر منظور کر کے اس کا نفاذ بذریعہ ایکٹ کیا جائے۔ شکریہ!

جناب چیئرمین : شکریہ! مولانا کوثر نیازی صاحب۔

مولانا کوثر نیازی : جناب چیئرمین! اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ یہ اپنے قیام کے وقت سے لے کر اب تک بے شمار سیاسی، دستوری اور آئینی تجربات کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ بھارت نے آزادی حاصل کرتے ہی اپنا آئین مکمل کرنے کی جانب توجہ دی اور اپنا آئین بنا لیا لیکن ہم نے ایک صحیح آئین کی تلاش میں ۲۶ سال ضائع کر دیئے اور ۷۳ء میں جا کر کہیں ہمیں ایسا آئین نصیب ہوا جس پر ملک کے تمام طبقات کو اعتماد اور اعتبار تھا۔ اس سے پہلے ۵۶ء کا آئین بنا۔ اور ۶۲ء کا آئین بنا۔ لیکن یہ ختم کر دیئے گئے اور اس طرح ۲۶ سالوں میں ہم نے تین آئین برت ڈالے جبکہ اس کے مقابلے میں امریکہ میں جسے آئین بنائے اب دو سو سال ہونے کو ہیں، اس نے ۱۹۷۱ء تک اپنے آئین میں صرف ۲۶ ترمیمیں کیں اور ہم نے ۲۶ سالوں میں تین آئین برت لئے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم نے آئین کی تلاش میں ۲۶ سال ضائع کر دیئے اور ۱۹۷۳ء میں کہیں جا کر ہمیں ایسا آئین نصیب ہوا جس پر تمام طبقات کو اتفاق تھا تو یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے جسے یہ فخر حاصل ہے کہ اسے ۱۹۷۳ء کا آئین بنانے والی اس کمیٹی کا ممبر ہونے کا شرف حاصل ہے جس نے اس آئین کی تدوین کی۔ اس کمیٹی میں اپوزیشن کے بھی تمام رہنما شامل تھے اور مجھے وہ تمام بحثیں اس وقت بھی مستحضر ہیں جو آئین کی تدوین کرتے وقت کمیٹی کے اجلاس میں ہوتی تھیں لیکن بدقسمتی نے ہمارا ساتھ پھر بھی نہیں چھوڑا اور جب مارشل لاء لگنے کے بعد ہم نے اس ۱۹۷۳ء کے آئین کی بساط لپیٹ ڈالی اور اسے معطل کر دیا تو ۱۹۸۵ء میں ہم نے ترامیم کے نام پر ایک نیا آئین تدوین کیا جسے بجا طور پر ۱۹۸۵ء کا آئین کہا جا سکتا ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اب بھی ۱۹۷۳ء کا آئین موجود ہے تو میں اسے دل بہلاوے کی بات تو کہہ سکتا ہوں لیکن یہ حقیقت کے بالکل منافی بات ہوگی۔ ۱۹۸۵ء کا آئین بالکلیہ ایک آزادانہ

[Maulana Kausar Niazi]

اور جداگانہ آئین ہے اور جو ترامیم آر سی او کے ذریعے اس میں کی گئیں اور آٹھویں ترمیمی بل کے ذریعے اس کے اندر جو نئے نئے گل کھلائے گئے اس کے بعد یہ آئین ۱۹۷۳ء کی مسخ شدہ شکل بھی نہیں رہا۔ بلکہ بالکل ایک جداگانہ آئین کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں یہ عرض کروں کہ ۱۹۸۵ء کا یہ آئین تمام دنیا کے، جمہوری دنیا کے دساتیر میں اس حیثیت سے ایک noval اضافہ ہے، ایک انوکھا تجربہ ہے کہ پہلی دفعہ اس کے اندر by name ایک سربراہِ مملکت کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ دنیا کا کوئی آئین ایسا نہیں ہے جس میں نام لے کر کسی صدرِ مملکت یا کسی سربراہِ مملکت کا ذکر کیا گیا ہو۔ ناموں کا ذکر اس لئے آئینوں میں نہیں ہوتا کہ نام آنی جانی چیز ہوتے ہیں وہ فانی ہوتے ہیں، وہ چلے جاتے ہیں، مگر مملکتیں باقی رہتی ہیں اور برقرار رہتی ہیں لیکن ہم نے شاید یہ سمجھا کہ اس نام کے ساتھ اس ملک کا وجود لازم و ملزوم ہے اس لئے ہم نے نام کے ساتھ اپنے سربراہِ مملکت اور اپنے صدر کا تذکرہ اس آئین میں کیا۔ جناب! یہ اقدام کر کے ہم نے اس ۱۹۷۳ء کے جمہوری آئین کی روح کا خاتمہ کر دیا جب ہم نے شیئرنگ آف پاور کے فارمولے کو آئینی اور دستوری شکل دے دی۔ شیئرنگ آف پاور سے مراد یہ ہے کہ فوج اور منتخب نمائندے مل کر حکومت میں حصہ دار بنیں اور اس شیئرنگ آف پاور کا ثبوت یہ ہے کہ ہم نے چیف آف دی آرمی سٹاف کا عہدہ بھی صدر کے ساتھ باقی رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ ہم نے by name ان کا تذکرہ کر کے اس بات کی سند دے دی کہ وہ یہ عہدہ رکھ سکتے ہیں اور ۱۹۹۰ء تک صدر بھی رہ سکتے ہیں اور چیف آف دی آرمی سٹاف بھی رہ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب آرمی کا سربراہ ملک کا سربراہ ہو تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آرمی نے ٹرانسفر آف پاور کر دی ہے اور انتقالِ اقتدار کر دیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ اشتراکِ اقتدار ہے یہ انتقالِ اقتدار نہیں۔ پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہم نے replace کرنے کا کوئی طریقہ بھی آئین میں بیان نہیں کیا کہ ۱۹۹۰ء تک اگر خدانخواستہ ایسی کوئی صورتحال پیدا ہو جائے کہ جس میں replace کرنا پڑ جائے اس ہستی کو، تو کیا ہوگا۔ وہ ایک خلا رہے، بھیانک خلا رہے جو آئین کے اندر موجود ہے۔ ہم نے ۱۹۷۳ء کے آئین میں وہ حق جو ایوان کو وزیراعظم کے انتخاب کا تھا، وہ حق بھی ہم نے ایوان سے لے کر صدرِ مملکت کو تفویض کر دیا۔ مجھے اس بات پر اعتراض نہیں کہ موجودہ وزیراعظم کیوں وزیراعظم ہیں وہ ایک شریف النفس انسان ہیں، میں ان کی قدر

کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اگر انتخابات ہاؤس میں ہوتے اور ہاؤس کو ہی یہ اجازت دی جاتی کہ وہ اپنا لیڈر منتخب کرے تو محمد خان جونیجو آسانی سے لیڈر منتخب ہو سکتے تھے۔ میں اصولی بات کر رہا ہوں میں یہ بات کر رہا ہوں کہ ہم نے ایوان کو وزیراعظم منتخب کرنے کا حق نہیں دیا بلکہ ایوان سے یہ حق چھین کر جو ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت اس کو دیا گیا تھا، ہم نے صدر کو دے دیا۔ ان دو ترامیم اور آٹھویں ترمیم کے بعد کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ ۱۹۷۳ء کا آئین برقرار ہے اور بدستور نافذ ہے اور اس کے اندر محض اضافے کئے گئے ہیں۔ یقیناً اس کی روح ختم کر دی گئی ہے۔ اس کا صرف حلیہ ہی نہیں بدلا گیا بلکہ اس کو پوری طرح بدل دیا گیا ہے اور اس کو ختم کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ ایک نیا اور مستقل آئین تصنیف کر دیا گیا ہے۔ اس طرح اس بدقسمت ملک میں اپنے قیام سے لے کر اب تک چوتھے آئین کا تجربہ کرنا شروع کر دیا گیا ہے جو خدا جانے کب تک قائم رہے گا I warn the party in power. جو دھڑا دھڑ ترامیم کر رہی ہے اس آئین کے اندر، میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ ۱۹۸۵ء کا آئین بھی مستقل نہیں ہے، یہ بھی ختم ہو گا اور نیا آئین آئے گا یا تو خدانخواستہ ہم اگر اسی طرح حماقتیں کرتے رہے اور غلطیاں کرتے رہے تو اس کی جگہ مارشل لاء آئے گا وہ اسے ختم کر دے گا اور یا اگر پولیٹیکل پارٹیز کی بنیاد پر الیکشن ہوئے اور ایک نئی حکومت بنی تو وہ اس کو ختم کر کے ۱۹۷۳ء کے آئین کو بحال کرے گی۔ بہرحال یہ آئین بھی وقتی اور عارضی ہے، یہ دیرپا آئین نہیں ہے اور وہ ملک کتنا بدقسمت ہے جناب والا! جو کہ ایک دیرپا اور مستقل آئین سے محروم ہو۔

جناب چیئرمین! اس کے اندر ایک نواں ترمیمی بل بھی پیش کیا گیا ہے۔ نواں ترمیمی بل اس ایوان کے اندر پیش ہوا اور اس آئین کے اندر بھی بعض دینی جماعتوں کے ساتھ وزیراعظم کی گفتگو کے نتیجے میں جو نکات طے ہوئے تھے ان کو تمام و کمال ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ نواں ترمیمی بل اگرچہ مذہبی نوعیت کا ہے مگر اس پر مذہبی جماعتیں پوری طرح مطمئن نہیں ہیں اور میں تو آپ سے کہتا ہوں جناب چیئرمین! کہ جتنی ترامیم اسلام کے نام پہ آپ آئین میں کرتے رہے ہیں، ۱۹۷۳ء کا آئین اس بات کے لیے کافی تھا کہ آپ اگر اسلام نافذ کرنا چاہیں تو آپ کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ لیکن آپ اگر لفظوں کے انبار آئین کی کمر پہ لادنا ہی چاہتے ہیں، آپ لادتے چلے جائیں، جب تک آپ کی اپنی نیت، اسلام کو اس ملک میں نافذ کرنے کی نہیں ہے۔ نواں ترمیمی بل کیا، آپ اور کتنے بل لے آئیں، جب تک نیت میں تبدیلی نہیں ہو گی آپ کے عمل میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا، معاشرے کی حالت نہیں سدھرے گی، معاشرے میں اسلام نہیں آئے گا اور اب نواں ترمیمی بل بھی قومی اسمبلی میں، کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا گیا ہے اور سنا گیا ہے کہ

[Maulana Kausar Niazi]

اس کے اندر بھی ترامیم ہو رہی ہیں اور حکومت اس میں بعض لوگوں کو راضی کرنے کے لئے، بعض طبقات کو راضی کرنے کے لئے، کیونکہ اس پر ایک بڑا طبقہ ناخوشی کا اظہار کر رہا ہے، بعض ایڈجسٹمنٹ کرنے کی سوچ رہی ہے اس کے بعد وہ امنڈمنٹ بل عنقریب پھر قومی اسمبلی میں پیش ہوگا اور شاید پھر اسے سینٹ کے اندر زیرِ غور لایا جائے، یہ ترمیمی بل ابھی زیرِ غور تھا کہ دسواں ترمیمی بل قومی اسمبلی نے پاس کر دیا، جو کہ اب ہمارے سامنے آگیا ہے۔

میں جناب والا! یقین سے عرض کر رہا ہوں کہ مجھے اپنے ان دوستوں سے اختلاف ہے کہ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ۱۳۰ دن کیوں کیے گئے ہیں، میں کہتا ہوں کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ۱۳۰ دن قومی اسمبلی کی میعاد رکھنے کا جب فیصلہ آئینی کمیٹی کے اندر ہو رہا تھا، مجھے وہ تمام تر بحثیں یاد ہیں، مجھے یاد ہے کہ اپوزیشن لیڈر اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت اس بات کے لئے درکار ہے کہ ہم باہر اپنے ووٹرز سے رابطہ رکھ سکیں، اور ان کے کام کاج کر سکیں، ان کے مسائل سے آگہی حاصل کر سکیں اس لئے دن زیادہ نہیں رکھنے چاہئیں اور متفقہ طور پر ۱۳۰ دن کا فارمولا منظور کیا گیا، لیکن چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ۱۳۰ دن کی جگہ ۱۶۰ دن، ازخود اس اسمبلی پر مسلّط کر دیئے اور غالباً نقطۂ نظریہ تھا یا اس کے پیچھے کارفرما فلاسفی یہ تھی کہ یہ ڈیبیٹنگ سوسائٹی چلتی رہے، اس کے اندر بحثیں ہوتی رہیں۔ یہاں نشستند و گفتند و برخاستند کا معاملہ جاری رہے اور یہ لوگ اپنے ووٹرز سے رابطہ نہ رکھ سکیں، عوام سے ان کا تعلق ختم ہو جائے اور اس طرح یہ اسمبلی بیکار اور غیر مؤثر ثابت ہو لیکن اس حکومت نے شاید اپنے تجربے کی وجہ سے کچھ عرصے کے بعد دو سال کے اندر یہ دیکھ لیا کہ جو فیصلہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مصنّفین نے کیا تھا، وہی صحیح تھا اور ۱۶۰ دنوں کا فیصلہ غلط تھا، اس حکومت کو سجدہ سہو کرنا پڑا اور اسے ۱۹۷۳ء کے آئین کی طرف لوٹنا پڑا، پلٹنا پڑا، رجوع کرنا پڑا، میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں، میں اسے خوش آئند سمجھتا ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ صرف یہی کافی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے معلوم ہے کہ یہ دسواں آئینی ترمیمی بل اس وقت پاس کرانے کا، فوری طور پر پاس کرانے کا مقصد کیا ہے، کل بات ہو رہی تھی کہ ابھی سال پڑا ہے کیوں نہیں اسے کسی اور وقت کے لئے مؤخر کر دیا جاتا، لیکن مجھے معلوم ہے کہ جناب وزیر اعظم کو یونائیٹڈ کنگڈم کا دورہ کرنا ہے اور حکومت یہ بات ثابت کرنے کے لئے بے چین ہے کہ وہ دو تہائی میجارٹی، بلکہ اس سے بھی زیادہ میجارٹی کی تائید حاصل کئے ہوئے ہے، اور جب حکومت یہ طاقت کا مظاہرہ

کرلے گی اور وزیر اعظم اس طاقت کے مظاہرے کے بعد ایک جمہوری ملک میں تشریف لے جائیں گے تو ان کی بات میں، ان کی شخصیت میں وزن پیدا ہو گا۔ مجھے اس فلاسفی کا احساس ہے اور اندازہ ہے لیکن میں یہ عرض کروں گا جناب چیئرمین! کہ یہ دسواں آئینی ترمیمی بل جب قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا تو اپوزیشن نے، ایوان کی ننھی منی اپوزیشن نے جس کے اراکین کا میرے دل میں احترام ہے لیکن جو بدقسمتی سے ناپختہ ہیں، جنہیں پارلیمانی زندگی کا بہت کم تجربہ ہے انہوں نے حکومت کے trap میں آ کر خواہ مخواہ ایک بے ضرر سی بات پر ڈویژن کا مطالبہ کیا حالانکہ وہ دو باتیں کہ جن کے اندر ضرر تھا، وہ حکومت نے از خود concede کر لی تھیں۔ کورم کا مسئلہ، حکومت نے اسے concede کر لیا، وقفے کا مسئلہ جسے دو دن کی جگہ چار دن کر دیا گیا تھا، اسے Concede کر لیا، اس کے بعد ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق ۱۳۰ دن حکومت کی طرف سے مان لینا یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا جس پر ڈویژن کا مطالبہ کیا جاتا لیکن اپوزیشن نے اپنی ناپختگی کی وجہ سے یہ اقدام کر کے حکومت کو یہ موقع فراہم کر دیا کہ وہ واضح طور پر ایک بڑی میجارٹی کا ثبوت دے سکے اور ثابت کر سکے کہ یہ ایوان پوری طرح اس کے ساتھ ہے۔ مگر مجھے اس موقع پر جناب وزیر اعظم کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے اصل بات کی طرف اشارہ کرنا ہے جو میری اس تقریر کا محرک ہے، جناب وزیر اعظم نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ "میں نے ایک آئینی کمیٹی بنائی اور مجھے معلوم ہے کہ پاکستان کے عوام ۱۹۷۳ء کا آئین چاہتے ہیں"۔ یہ ان کے الفاظ ہیں جناب چیئرمین! اور میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اگر وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں تو انہوں نے عوام کی صحیح نباضی کی ہے کہ لوگ ۱۹۷۳ء کا آئین چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک متفقہ دستاویز ہے جس پر تمام صوبوں کے لیڈروں کو اتفاق ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس کے اندر بھی بعض improvements ہو سکتی ہیں، وہ صحیفۂ آسمانی نہیں ہے، بدلے ہوئے حالات میں اس پر بھی نظر ثانی ہو سکتی ہے، صوبائی خود مختاری کے مسئلے پر ہم مزید آگے بڑھ سکتے ہیں اور بعض مسائل میں بھی اس آئین پر نظر ثانی ہو سکتی ہے لیکن وہ امپروومنٹ کے رنگ میں ہوگی، وہ اس کے اندر بہتری پیدا کرنے کے لئے ہوگی، وہ اس کی روح کو مزید مجلا کرنے کے لئے ہوگی، وہ اس کی روح کو ختم کرنے کے لئے نہیں ہوگی، اگر وزیر اعظم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ عوام ۱۹۷۳ء کا آئین چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ صحیح نتیجے پر پہنچے ہیں، کہ لوگوں کی خواہش یہی ہے اور یہی ایک آئینی فارمولا ہے جو ملک کے اندر یکجہتی پیدا کر سکتا ہے، جو پارلیمنٹ کے باہر سیاسی پارٹیوں اور اس پارلیمنٹ کے اندر ایک موافقت اور یگانگت پیدا

[Maulana Kausar Niazi]

کر سکتا ہے جو ملک کے اندر سے تصادم اور آویزش کی فضا کو ختم کر سکتا ہے جس کے بعد یہ آسانی ہو جائے گی کہ باہر رہ جانے والے سیاسی عناصر اور پارلیمنٹ میں آجانے والے سیاسی عناصر مل کر ملک کی ترقی اور ملک کی بہبود اور فلاح کے لئے کام کر سکتے ہیں، تو انہوں نے یہ کہا کہ میں نے آئینی کمیٹی اس لئے قائم کی ہے کہ صدر کی طرف سے جو یکطرفہ ترامیم کی گئی ہیں اور میں یہ الفاظ انہی کے کوٹ کر رہا ہوں، ان کی وہ تقریر، بہت اچھی تلی تقریر تھی جس سے صرفِ نظر کر لیا گیا مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے یہ باتیں کہیں، انہوں نے کہا کہ " صدر نے جو یکطرفہ ترامیم کیں وہ کمیٹی ان کا جائزہ لے، اس کا کام یہ ہے کہ وہ ان ترامیم کو دیکھے اور ان ترامیم کو اگر وہ صحیح نہیں ہیں تو ختم کرے اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی کی طرف قدم اٹھائے " مجھے بیحد خوشی ہے کہ وزیر اعظم صاحب کو یہ احساس ہوا، جیسا کہ میں نے پہلے کہا اگر یہ حکومت اس طرف بڑھے گی اگر وہ ان یکطرفہ، آمرانہ، غیر جمہوری ترامیم کو اٹھا کر نہیں پھینک دے گی تو کل کوئی اور آنے والا یہ کام کرے گا، بہرحال ۱۹۸۵ء کا آئین رہنے والا آئین نہیں ہے لیکن میری خواہش ہے کہ کریڈٹ جونیجو حکومت کو پہنچے، میری خواہش ہے کہ یہ کریڈٹ موجودہ سول حکومت کو جائے اس لئے کہ یہ ننھا پودا ۹ سال کی طویل خزاں کے بعد اس سرزمین میں لگایا گیا، میں چاہتا ہوں یہ نشو و نما پائے، یہ کریڈٹ اس حکومت کو جائے کہ وہ ان ترامیم کو ختم کر کے ۱۹۷۳ء کے آئین کو روشن اور مجلا صورت میں ملک کے اندر نافذ کرے، مجھے معلوم ہے جب وہ ترامیم پیش ہو رہی تھیں جب آٹھواں آئینی ترمیمی بل پیش ہو رہا تھا تو given conditions کیا تھیں، مجھے معلوم ہے اس وقت مارشل لاء کی تلوار لٹکی ہوئی تھی، ہو سکتا ہے کہ اس وقت ہماری حکومت کی مجبوری ہو، وزیر اعظم کی مجبوری ہو کہ جب تک وہ یہ ترامیم نہ کرتے مارشل لاء نہ جاتا، انہیں یہ قیمت ادا کرنی پڑی، لیکن جناب چیئرمین! آپ تاریخ کے اس مشہور واقعہ کو جانتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فتویٰ دیا تھا کہ طلاق مکرہ (جو جبر سے طلاق لی جائے) valid نہیں ہے۔ اس زمانے میں جب فقہاء یہ فتویٰ دے رہے تھے کہ جبر کی طلاق بھی valid ہے۔ امام مالکؒ نے تمام تر پراسیکیوشن کا مقابلہ کرتے ہوئے تمام تر جبر و استبداد کو چیلنج کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ "طلاقِ مکرہ لیس بشیئٍ"، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کے اندر فلاسفی یہ چھپی ہوئی تھی اور خلیفۂ وقت نے اس لئے ان پر

ظلم ڈھائے کہ وہ یہ جانتے تھے کہ اگر آج جبر کی طلاق کینسل ہو جاتی ہے تو جبر اور ظلم کی بنیاد پر خلافت اور حکومت کے لئے جو بیعت لی جائے وہ بھی ختم ہو جاتی ہے تو امام مالکؒ نے جب یہ کہا کہ طلاق مکرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو اس کا ایک مضمر پہلو یہ بھی تھا کہ وہ حکومت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو جبر سے بیعت لیتی ہے تو مجھے معلوم ہے کہ جبر سے یہ ترامیم اس حکومت سے منظور کرائی گئیں لیکن جبر سے منظور کرانے والی ترامیم کی کوئی آئینی حیثیت نہیں ہے نہ خلق کے نزدیک نہ خالق کے نزدیک ۔ اس لئے جتنی جلدی ان ترامیم سے نجات حاصل کر لی جائے اتنا ہی اس ملک کا بھلا ہو گا ۔ میں جونیجو گورنمنٹ سے اپیل کروں گا اور اس کے فاضل وزیر قانون سے، جواں سال وزیر قانون سے جو میرے ایک عزیز دوست کے فرزند ہیں وہ دوست جس کے دل درد مند کو میں جانتا ہوں ان کے صاحبزادے سے میں یہ اپیل کروں گا کہ وہ تاریخ میں اپنا نام برقرار رکھنے کے لئے اور جونیجو صاحب کا نام بھی تاریخ میں برقرار رہے گا اگر وہ ان ترامیم کو ختم کرا دیں اور ۷۳ کے آئین کو بحال کر دیں ۔ اس لئے جناب چیئرمین! میں اس ترمیم کا خیر مقدم کرتا ہوں جو ٹینتھ امنڈمنٹ بل کے نام پر ۱۳۰ دنوں کے لئے کی گئی ہے اور جس کے ذریعے پہلا قدم ۷۳ کے آئین کی بحالی کے لئے اٹھایا گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ ۱۹۷۳ کے آئین کی باقی تمام دفعات بھی بحال کر دی جائیں گی اور وہ کالک' وہ سیاہی اس کے چہرے سے دھو دی جائے گی جو مارشل لاء کے ذریعے سے اس کے چہرے پر تھوپی گئی ہے ان الفاظ کے ساتھ جناب چیئرمین! میں اس ترمیم کا خیر مقدم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو ۷۳ کے آئین کی دوسری شقوں کو بھی بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ شکریہ !

جناب چیئرمین: شکریہ ! ڈاکٹر محبوب الحق صاحب ۔

Dr. Mahbubul Haq: Thank you Mr. Chairman. As we discuss the Tenth Amendment Bill we must separate facts from fiction and rhetoric from substance. As the Upper House it is incumbent on us to review these issues with the cold and sober logic and I am delighted that my fellow Senator, Javed Jabbar whom I have the pleasure to listen to last evening and Senator Kausar Niazi just now have analysed the issues with that kind of logical rigour. Sir, I will also like to address at certain features of this Bill. It has been suggested that a proposal to curtail the number of days from 160 to 130 is an attempt by the government to curtail the time available for legislative business and it

[Dr. Mahbubul Haq]

is also an attempt to curtail the opportunity for accountability of the government. Nothing can be farther from the truth and I think for this purpose we need to analyse the record of the outgoing National Assembly.

Sir, during the last year the National Assembly met for 160 days as was required by the Constitution. But if we allow for two days break it actually met for 114 days, on average as I tried to find out from the Secretariat, an average sittings lasted for three hours. So, in total during this period (during the last year) it met for 342 hours, out of this less than 100 hours were consumed for legislative business. Now, can any one argue in good conscience and with any degree of logic that this business could not have been transacted in lesser number of days. If the National Assembly had been willing to meet for about eight hours a day the entire business could have been finished in about 33 days and the legislative business and the discussion that it had last year would have taken only 12 days. And even if one ground that two days break is necessary for rest and recuperation for overworked legislators it would have taken a maximum of 45 days to conclude all that business if the Assembly had met or had consented to meet for about eight hours a day. So, the real question Mr. Chairman, is not the time period that is available for transacting the business of the House of legislative nature. Because there is no bar on the number of hours that the National Assembly or this Senate can meet everyday. Certainly there is also no requirement that it must have a break. If the business so requires the Assembly as well as the Senate can meet in continuous session and as such I would like to argue that even when the number of days are to be reduced to 130 in a year, it is possible for the National Assembly, if we focus on the right issues in the right legislative agenda, it is possible to transact three times as much business by working longer hours and by having lesser breaks. In fact Sir, this is what the public outside expect of the legislature. If we were to take a popular poll I do not believe that the people are worried as to how many days the Parliament is going to meet. What they are worried about is a kind of legislation it is going to produce and what kind of grievances of the people it is going to redress.

In fact reduction in the number of days will enable the government to devote more time to its real business which is governing the country. It will also enable the government to devote time to

preparing sensible legislation which takes time. If we all are occupied in the Parliament it is not possible to develop the kind of legislation that the members have been demanding and it will also give more time not only to the members in the government but also to all the legislators to spend time with the public to have a need back as to what kind of role we are playing and what kind of role the public expect us to play.

In fact Sir, while this is true only of the minimum number of days let us keep reminding ourselves that there is no bar and no ceiling on the maximum number of days and the Constitution very thoughtfully has left the control on the maximum number of days, not in the hands of the government but in the hands of the Parliament. Because according to the constitutional provisions, one-fourth of the Members National Assembly or of Senate can ask for the session of the House to be convened and that session can not even be prorogued except by the Speaker or by the Chairman as the case may be. So, the real right to debate issues and debate for as long as necessary vests with the members of the Parliament and if even one-fourth of the members of Parliament are not willing to meet together to request that they should meet together and can we believe that this is a function of the number of days which are prescribed in any law. It is a voluntary will exercised by at least one-fourth of the members of the Parliament. So much for the time factor whether more time or less time will be available for legislative business, it will make no difference Sir, in fact a lot of more time can be spared if 130 days are spent more carefully.

Secondly, the question of accountability. Sir, it is true that the Parliament has played a very major role in the last two years in the accountability of the government. It is done through the questions hour, previlege motions, adjournment motions, and over time I think, a very respectable impressive tradition of accountability is being established. But accountability, Sir, is not confined to the four walls of this House, or to the National Assembly. Accountability is an on-going process. Accountability is done everday by members of the Parliament, and it is done by the members of the Parliament not by the walls of this House. They don't have to meet here in order to do accountability. Accountability is done when there is any issue in public; when they address any public meeting; when they give interviews to the Press; when the committees of this Senate or the committees of the Assembly meet without the benefit of the full meeting of the Houses. The process

[Dr. Mahbubul Haq]

of accountability is an on-going process and it does not depend merely on the number of days that we meet in this House. Also, Sir, accountability involves the accountability of all of us to the public and it is necessary to leave sufficient time when we as members of the Houses can go to the public and be accountable to them for what we have done here, as well as to reflect the felt needs when we come back to these Houses.

Sir, therefore, I would suggest that instead of chasing shadows, we should focus on substantive issues, and I would identify two substantive issues :—

(1) Sir, substantive issue is a meaningful legislative agenda, which responds to the felt needs of the nation and my proposal would be that there should be a committee of this House, the Senate and the Assembly can have separate committees or they can have a joint committee, to identify a legislative agenda which can redress some of the urgent needs and grievances and priorities of this nation high on that agenda I will put an Anti-corruption Bill. We have talked about it here but we need instead of a very deficient and defective system, a recti system to detect and punish corruption. What we need is that a new Anti-corruption Bill where by there is an efficient machinery for detection of corruption; the special tribunal to try these cases within a short period of time and their deterrent punishments standing from life to death. But whatever we may agree here, there is a great need and a felt need of this country for an Anti-corruption Bill. Another priority item, I would say is as to how we address the problems of our educated unemployed youth ? I believe it will be necessary to develop both a policy approach and a Bill for employment of this unemployed educated youth. Similarly, for labour welfare the last rare legislation was about 15 years ago. It is incumbent on us to review and to see in what degree and to what extent we can improve some of the benefits enjoyed by labour, the minimum wages legislation, the work as compensation legislation and all the other legislations relating to labour welfare.

I would also suggest that there is a major need in the country for national health insurance. It may be too early to think that we can

cover everyone but can we at least think of a system in which when there is a major risk to life—question of life and death, can that be ensured ? So that it is not only a few privileged people who can have access to excellent facilities abroad for heart transplant for kidney transplant for other surgeries. But we can extend it to a large section of our society. I am mentioning these just as illustrations, Sir, there is a very large agenda and that is before the nation and it may be necessary for us in both Houses not just to depend on the government but for us to identify those needs to put pressure on the government to suggest that those Bills responding to those needs should be brought before the House.

The Second substantive issue I will mention before concluding Mr. Chairman. is that let us activate the Committee system ; the real business of legislatures all over the world is done in the committees. We have committees but they are not either active or effective. They need a mandate; a more than a mandate. They need office support, research support ; they need the necessary staff support so that they can bring sensible legislation to the House, and there is a time that is needed for the work of these committees, otherwise, the House is meeting whatever the number of days will become mere a debating society. So, we would like to invite our colleagues to focus on these real issues to take the advantage that now we are trying to make it functional whatever number of days the House is to meet. What is the business of the House that can be done within those days ?

I think we must move away from false issues to the real ones ; from rhetoric to substance and I think it is too much to suggest that curtailment from 160 days to 130 days for the National Assembly is the end of the democracy ; that this is the most disastrous move that has taken place in the last fourty years. I believe what is pertinent is—what we do with these days ? And I hope, they will quickly pass this legislation because the time of this House is precious, and then re-group and focus on the issues : What kind of legislative agenda should be developed for 1987-88 ? What kind of committee system we should have ? and how best we can operate to respond to the felt needs of our nation ?

Mr. Chairman: Thank you very much.

Professor Khurshid Sahib.

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس اہم بل پر مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا - میں ابتداء ہی میں یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ غالباً ایوان کے ہمارے دوسرے بھائیوں اور ساتھیوں پر یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ وہ افراد جو اپوزیشن کا کردار اس ایوان میں ادا کر رہے ہیں - وہ اپنی روایات قائم رکھتے ہوئے اس بل کے بارے میں بھی اپنے علم، تجربے اور ضمیر کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں - اور ہمارے دو معزز ساتھیوں احمد میاں سومرو اور مولانا کوثر نیازی صاحب نے بل کی اس شق کی تائید کی ہے کہ اجلاس کے دن کم کر دیئے جائیں جس سے آپ یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے اصل مسئلے کے بارے میں اپنی سوچی سمجھی رائے کا اظہار کرنا ہے - کسی ایک مخصوص گروپ یا تنقید برائے تنقید کی بنیاد پر ہم کام نہیں کر رہے اور میں بھی اپنی جو معروضات آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اسی جذبے سے پیش کر رہا ہوں کہ جو دلائل میں دے رہا ہوں آپ اس پر غور کریں - محض اس بنا پر کہ یہ بات حکومت کی پارٹی کی طرف سے آ رہی ہے یا ان لوگوں کی طرف سے آ رہی ہے جن کا تعلق اپوزیشن سے ہے اس انداز میں ہم غور نہ کریں - میں یہ بھی چاہتا ہوں' جیسا کہ ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر محبوب الحق نے کہا کہ rhetoric سے زیادہ substance ہی دراصل پرابلم ہے - میری کوشش یہی ہو گی کہ میں rhetoric کے بغیر اپنے دلائل آپ کے سامنے رکھوں اور میں ان دلائل پر اپنے دوسرے ساتھیوں سے رہنمائی کا خواستگار ہوں - مجھے کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ میں جو بات پیش کر رہا ہوں وہ حرفِ آخر ہے - لیکن یہ ہمارا فرض ہے اور اسی لئے ہم ایوان میں آئے ہیں کہ ہم اپنے ضمیر کے مطابق بے لاگ اپنے خیالات کا اظہار کریں اور آپ کو دعوت دیں کہ آپ بھی ان پر سنجیدگی سے غور کریں -

جناب والا! میں سب سے پہلی بات یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے کہ اس ایوان نے اپنی حد تک نویں ترمیمی بل کو منظور کر دیا اور اپنی ذمہ داری ادا کر دی - اور اس کا یہ بہت بڑا اعزاز ہے - ایک بہت بڑے فخر کی بات ہے جو سینٹ کو حاصل ہوا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نیشنل اسمبلی نے اسے ابھی تک منظور نہیں کیا اور اسے تعویق میں ڈال کر اس سیشن میں ایک نئے دستوری ترمیم کا مسودہ پاس کر کے سینٹ کو بھیج دیا - میں اس کے لئے جو کم سے کم الفاظ استعمال کروں گا - وہ یہ کہ یہ بڑی بھونڈی صورت حال ہے - دستور سازی کا کام بڑا نازک، بڑی ذمہ داری کا اور بڑا پُر وقار کام ہے - ہم اس پورے کام کو اگر اس انداز میں انجام نہیں دیں گے تو حقیقت یہ ہے کہ قوم کے سامنے ہماری ریپوٹیشن' ہمارا مقام وہ نہیں ہو گا جو ہونا چاہیئے - میں آپ کو یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ نواں اور دسواں ترمیمی بل

آٹھویں ترمیمی بل کا ایک حصہ تھے ۔ اس وقت کچھ خاص حالات میں اپوزیشن نے حکومت سے پورا پورا تعاون کیا اور ایک ایسا انتظام ہوا کہ چند ترامیم کے ساتھ آٹھواں ترمیمی بل اکتوبر ۱۹۸۵ء میں منظور کر لیا گیا یہ word of honour دیا گیا کہ اسی سیشن میں نواں ترمیمی بل منظور کر لیا جائے گا اور چھ ماہ کے اندر اندر دسواں ترمیمی بل آ جائے گا ۔ جو چند بنیادی مسائل تھے اور وہ بنیادی مسائل چار تھے ۔ سب سے پہلا یہ کہ شریعت کی بالادستی قائم کرنے کے لئے دستور میں ۲ اور ۲ (الف) آرٹیکلز میں ترمیم کے علاوہ اور کیا ترامیم درکار ہیں نیز آرٹیکل ۲ اور ۲ (الف) میں جو ترامیم کی گئی ہیں ان کا تقاضا کیا ہے باقی مقامات میں تبدیلی کے لئے ۔ یہ پہلی چیز تھی جو لکھی ہوئی موجود ہے اس قرارداد کے اندر ۔ اس معاہدے کے اندر جس پر یہ سارے کا سارا معاملہ طے ہوا تھا ۔ دوسرے الفاظ میں شریعت کی بالادستی ۔ یہ ایک ایسا بنیادی ترجیحی کام تھا جسے انجام دینے کے لئے چھ ماہ کے اندر اندر دسویں دستوری ترمیمی بل کا خاکہ یا اس کا جو سکوپ تھا اسے متعین کر دیا گیا ۔

دوسری چیز یہ تھی کہ وہ افراد جنہیں مارشل لاء کے زمانے میں سزائیں ملی ہیں اور انہیں اپنے حق کے دفاع کا موقعہ نہیں ملا ۔ مارشل لاء کے دور میں چونکہ دادرسی کے دروازے بند تھے ۔ ہم مجبور تھے لیکن اب ملک میں ایک جمہوری سول نظام قائم ہو گیا ہے اور ہمارا ضمیر اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا اور میں سمجھتا ہوں اس میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوان شریک ہیں ۔ کہ ان کے لئے دادرسی، حصول انصاف کا دروازہ کھولے بغیر آٹھویں ترمیم کو منظور کرتے ۔ اس لئے انہوں نے اس میں یہ بات رکھی کہ یہ کمیٹی چھ ماہ کے اندر اندر وہ راستہ تجویز کرے گی جس کے ذریعے ان افراد کا حق انصاف کے حصول کے لئے بحال ہو سکے ۔ تیسری چیز یہ تھی کہ وزیر اعظم کا مسلمان ہونا اور جمہوری نقطہ نظر سے ۱۹۷۳ء کے دستور سے جو بھی انحرافات کئے گئے تھے ، کوشش کی جائے گی کہ ان کو بحال کیا جائے ان کی طرف قدم اٹھایا جائے اور چوتھا یہ کہ اگر پراونشل اٹانومی جو ۱۹۷۳ء کے دستور میں موجود رہی ہے اس زمانے میں اس سے کوئی انحراف ہوا ہے تو کوشش کی جائے گی کہ دوبارہ اس کو بحال کر دیا جائے ۔ یہ چار چیزیں تھیں ۔ یہ چاروں چیزیں دراصل پارلیمنٹ اور اس قوم کی ترجیحات کو ظاہر کرتی ہیں ۔ لیکن ہوا کیا ہے ۔ ہوا یہ ہے کہ اس معاہدے کے یہ دونوں حصے کہ اسی سیشن میں نواں ترمیمی بل منظور کیا جائے گا اور چھ ماہ کے اندر اندر یہ کمیٹی ان چاروں موضوعات کے بارے میں جو دستوری ترامیم درکار ہیں ، سینٹ کے سامنے لاتے گی یہ دونوں پورے نہیں ہوئے ۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ محترم وزیر اعظم نے اس بل پر گفتگو کرتے ہوئے ۱۹۷۳ء کے دستور کے بارے میں اس عزم

[Prof. Khurshid Ahmad]

کا اظہار کیا ہے کہ اس کی بحالی چاہتے ہیں یا وہ چیزیں جن میں ان سے انحراف کیا گیا ہے ان کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ یہ خوش آئند چیز ہے۔ ہم اس کا پچھلے ۹ سال سے مطالبہ کر رہے ہیں اور ہمیں خوشی ہے کہ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن اگر فی الحقیقت محترم وزیر اعظم اور ان کی حکومت اس کام کو اہمیت دیتی ہے اور یہ چاروں چیزیں جن کو میں نے identify کیا اگر فی الحقیقت ان کو اہمیت دیتی ہے تو پھر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ان تمام بنیادی امور کو چھوڑ کر ایک ایسے معمولی سے معاملے کو کہ ۱۶۰ سے ۱۳۰ دن کر دیا جائے اسے انہوں نے دسویں دستوری ترمیمی بل کا موضوع بنا کر بڑی بڑی مثال قائم کی ہے۔ یہ ہم سب کے لئے بڑی پریشانی، تشویش اور اضطراب کا باعث ہے اور ایک حیثیت سے یہ ایوان کے لئے، اس کو deny کرنے والی چیز ہے کہ جو اصل ایشوز تھے جنہیں ہم سب اہم سمجھ رہے ہیں ان کے بارے میں تو کوئی چیز نہیں کی گئی لیکن ایک ایسے جزوی مسئلے کو سامنے لایا گیا' گویا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور میں سب سے اہم چیز یہی تھی کہ ۱۳۰ دن اجلاس کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دستور کا اگر آپ تجزیہ کریں تو آپ یہ پائیں گے کہ اس کے تین بنیادی پہلو تھے۔ ایک آئیڈیولیجیکلی اسلامی، دوسرا جمہوری، جس میں خصوصیت سے یہ مسئلہ تھا کہ ایک پارلیمانی حکومت کو کس طرح کام کرنا ہے اور تیسرا صوبائی خودمختاری۔ ان سب کو آپ نے نظر انداز کر دیا۔ یہ بات کہ اسمبلی میں ۲۱۰ افراد پہلے ہوتے تھے اب ۲۳۷ ہیں۔ پہلے ۱۳۰ دن اجلاس کرتی تھی اسے ۱۶۰ دن کر دیا گیا یہ دراصل اس کے critical issues نہیں ہیں آپ critical issues کو نظر انداز کر کے peripheral کو سامنے لائے۔ یہ وہ چیز تھی جس کی بنا پر ہمیں سب سے زیادہ تکلیف ہوئی۔ دکھ ہوا اور ہم نے سمجھا کہ آپ نے غلط ترجیحات قوم کے سامنے رکھی ہیں۔

جناب والا! میں دوسری بنیادی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب یہ بل اگر آہی گیا ہے تو ایک لمحے کے لئے غور کر لیجئے کہ فی الحقیقت اس کی urgency کیا ہے۔ میں ایک بار پھر حکومت اور خصوصیت سے وزیر عدل کو اس طرف متوجہ کروں گا کہ پہلے دو سال آپ کے مکمل ہو چکے ہیں۔ تیسرا سال اب شروع ہو رہا ہے۔ آخر کیا ضرورت اس بات کی تھی کہ ایک دستوری ترمیم محض اس معاملے پر آپ لے کر آئے ہیں۔ اگر اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب اس طرح ہمیں اپنے آئندہ سال کے کام پلان کرنے میں سہولت ملے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ اصولاً یہ بات درست نہیں۔ لیکن پچھلے دو سال

کا تجربہ یہ ہے کہ ان دونوں سالوں میں حکومت نے قانون سازی کے لئے کوئی پروگرام نہیں بنایا اور کوئی پروگرام قوم کے سامنے نہیں رکھا۔ پارلیمنٹ کے سامنے نہیں رکھا۔ جو کام ہوا ہے وہ اتنا ناکافی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس کے اوپر شرمسار ہیں۔ ابھی آپ کے سامنے ڈاکٹر محبوب الحق صاحب نے اعداد و شمار رکھے ہیں کہ ۳۴۲ گھنٹے پارلیمنٹ (اسمبلی) کا اجلاس ہوا ہے، اور اس میں سے ۱۰۰ گھنٹے سے بھی کم لیجسلیشن کے کام پر صرف ہوئے۔ میں نے جو رف نوٹس اپنے لئے تیار کئے ہیں، اس کی روشنی میں، میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ حکومت کی طرف سے بجز آٹھویں ترمیمی بل کے، جسے a substantive piece of legislation کہا جا سکتا ہے، ان دو سالوں میں، کوئی ایک بھی قانون، کوئی ایک بھی بل ایسا نہیں آیا، جسے substantive کہا جاسکتا ہو۔ سالانہ اوسط کے حساب سے ۱۰ سے ۱۲ قوانین کے مسودات سرکاری بنچوں کی طرف سے آئے ہیں لیکن ان میں سے بیشتر کا تعلق صرف یہ تھا کہ فلاں کلاز میں اس لفظ کی جگہ یہ لفظ ڈال دیا جائے، ۱۵۰ کی جگہ ۱۸۰ کر دیا جائے۔ right to appeal دے دیا جائے کیونکہ فیڈرل شریعت کورٹ نے یہ کہا ہے کہ ایسا کیا جائے۔ اس کے مقابلے میں اگر آپ پرائیویٹ ممبرز بلز کو دیکھیں تو انہوں نے سرکاری بنچوں سے کہیں زیادہ کوشش کی ہے کہ substantive piece of legislation کے لئے بل یہاں پیش کئے جائیں۔ دوسری طرف حکومت کی طرف دیکھیں تو یہ بتائیں کہ انہوں نے اس طرح کا کون سا بل پیش کیا ہے۔

پرائیویٹ ممبرز نے اس ایوان میں شریعت بل پیش کیا، جو ایک substantive piece of legislation ہے، جس میں یہ ہے کہ اسلام کو ہر زندگی کے ہر شعبے میں دستور سے لے کر میڈیا تک، کس طرح لایا جا سکتا ہے، اس کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ یہاں پر فریڈم آف انفارمیشن بل پیش کیا گیا، جو دنیا کے ۱۱، ۱۲ ممالک کے تجربات کو سامنے رکھ کر پیش کیا گیا اور یہ ایک حقیر سی کوشش تھی کہ کس طرح ہم ایک زیادہ رسپانسبل، اکاؤنٹیبل اور فری سوسائٹی قائم کر سکیں۔

یہاں پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس، جس کے بارے میں گفتگو بہت ہو رہی ہے ایک آلٹرنیٹ مسودہ جو ایک مکمل فریم ورک پریس اینڈ پبلیکیشن کے سلسلے میں دے رہا ہے، جس میں ڈیکلیریشن دیئے جانے سے لے کر آخر تک تمام معاملات کو زیر غور لایا گیا ہے۔ پرائیویٹ ممبرز بل کے طور پر اس کو یہاں پیش کیا گیا۔ یہاں کریمنل لاء امنڈمنٹس کا قانون لایا گیا۔ ابھی حال ہی میں ایک معزز ممبر نے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر کریمنل لاء ریوائز کرنے کے لئے اور اسلامائیز کرنے کے لئے، ایک

[Prof. Khurshid Ahmad]

substantive قانون پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک آئینی ترمیم، ایک پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کی ترمیم، یہ سات آٹھ قوانین، پرائیویٹ ممبرز نے، یہاں پیش کئے ہیں، جن کے پاس کسی قسم کا کوئی سٹاف نہیں ہے، جنہیں گورنمنٹ کی کوئی سپورٹ حاصل نہیں ہے، لیکن انہوں نے پھر بھی انہیں اس ایوان میں انٹرڈیوس کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر افراد کام کرنا چاہیں تو لیجسلیشن کا بے پناہ سکوپ موجود ہے۔ آپ یہ دیکھئے کہ اسلامک آئیڈیالوجی کونسل نے جو ۴۴ رپورٹیں پیش کیں۔ ان میں تقریباً ۲۰۰ قوانین ایسے ہیں جس میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ ان قوانین میں یہ تبدیلیاں کی جانی چاہیئں۔

اس کے علاوہ جناب والا! آٹھ، دس آلٹرنیٹ قوانین ہیں، جن میں شفعہ کا قانون ہے، قصاص و دیت کا قانون ہے، جس میں نفقہ کا قانون ہے، ان تمام کے مسوّدے انہوں نے پیش کئے ہیں اور یہ حکومت کی دستوری ذمہ داری ہے کہ اس رپورٹ کے پیش ہو جانے کے بعد دو سال کے اندر اندر وہ ان تمام چیزوں کو قانون کی شکل دے جن کے بارے میں آئیڈیالوجی کونسل نے سفارشات پیش کی ہیں لیکن حکومت نے اس رپورٹ پر جو کہ پندرہ مہینے سے پیش کی جا چکی ہے عمل نہیں کیا۔ جناب والا! ریفارم کمیشن جس نے مارشل لاء کے زمانے میں کام کیا ہے اور چیف جسٹس آف پاکستان کی صدارت میں کیا ہے۔ اس نے پورے قوانین کا جائزہ لیا ہے اور میرے علم کی حد تک تین، ساڑھے تین سو قوانین کے بارے میں بتایا ہے کہ ان میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ اسی طرح فیڈرل شریعت کورٹ نے *suo-moto* جن قوانین کا جائزہ لیا ہے ان میں میرے علم کی حد تک چالیس، پینتالیس ایسے قوانین ہیں، جن کے بارے میں انہوں نے بتایا ہے کہ ان میں تبدیلیاں ہونی چاہیئں۔ اس کے علاوہ چالیس، بیالیس ایسے کیسز ہیں جن کے بارے میں انہوں نے فیصلہ دیا، لیکن ان کیسز میں صرف دس، بارہ کیسز ایسے ہیں، جن کی بنیاد پر حکومت کوئی جزوی بل پارلیمنٹ میں لائی ہے اور باقی تمام کے بارے میں اپیل کر کے ان کو معرض التوا میں ڈال دیا ہے۔

جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک طرف آپ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس لیجسلیشن کے لئے وقت نہیں ہے، یہ کس کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری حکومت کی ہے اگر آپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کریں گے تو آج آپ نے ۱۶۰ دن سے ۱۳۰ دن کروا لئے ہیں، اور کل آپ کہیں گے کہ جتنا کام ہمارے پاس ہے یہ تو نوے دن میں بھی ہو سکتا ہے اس لئے اب ۹۰ دن کر دو۔ اور

پھر پرسوں آپ کہیں گے کہ صرف ۶۰ دن ہی کافی ہیں اور اس کے بعد شاید آپ کہیں کہ صاحب، پارلیمنٹ کی ضرورت ہی نہیں۔ اپنی غلطی اور اپنی ناکامی کی سزا پوری قوم کو نہ دیجئے۔ جناب والا! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ چونکہ یہ موضوع پہلے بھی زیر بحث آیا تھا کہ یہ میرے پاس Interer-Parliament Unions کی "پارلیمنٹ آف دی ورلڈ" کتاب ہے۔ اس میں ہمیں پوری تفصیل ملتی ہے کہ on an average پچھلے پانچ سال میں دنیا کی مختلف پارلیمنٹس میں کتنے کتنے قوانین پیش ہوتے ہیں اور کتنے کتنے پاس ہوتے ہیں۔

آسٹریلیا میں پچھلے پانچ سالوں میں، ایوریج سالانہ ۱۶۶ قوانین پیش ہوئے ہیں ۱۵۴ پاس ہوئے ہیں۔ آسٹریا میں ۲۱۳ پیش ہوئے ہیں اور ۱۷۰ پاس ہوئے ہیں۔ بلجیئم میں ۴۸۵ پیش ہوئے ہیں اور ۱۶۳ پاس ہوتے ہیں۔ کینیڈا میں ۲۷۰ پیش ہوئے ہیں اور ۵۳ پاس ہوئے ہیں۔ کوسٹاریکا میں ۳۴۸ پیش ہوئے ہیں اور ۲۰۱ پاس ہوئے ہیں۔ ڈنمارک میں ۲۲۶ سالانہ پیش ہوتے ہیں۔ اور ۱۷۸ پاس ہوتے ہیں۔ فن لینڈ میں ۳۰۰۰ پیش ہوتے ہیں اور ۲۴۲ پاس ہوتے ہیں۔ فرانس میں ۸۸۸ پیش ہوتے ہیں سالانہ اور ۹۳ پاس ہوتے ہیں۔ جرمنی میں ۱۹۷ پیش ہوتے ہیں اور ۱۱۱ پاس ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ۱۲۰ ایوریج سالانہ پیش ہوتے ہیں اور ۲۷ پاس ہوتے ہیں۔ نیوزی لینڈ میں ۲۰۵ پیش ہوتے ہیں اور ۱۶۲ پاس ہوتے ہیں۔ نیدرلینڈ میں ۲۷۳ پیش ہوتے ہیں ۲۷۱ پاس ہوئے۔ پاکستان میں بھی ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۷۵ء تک on an average ۶۰ بل سالانہ پیش ہوتے اور ان میں سے ۴۵ سالانہ پاس ہوتے ہیں۔ کوریا میں ۱۴۵ بل سالانہ پیش ہوتے ہیں اور ان میں سے ۱۷ پاس ہوتے ہیں۔ اسپین میں ۱۲۴ سالانہ پیش ہوتے ہیں اور ۱۱۴ پاس ہوتے ہیں۔ سری لنکا میں ۱۳۰ سالانہ پیش ہوتے ہیں اور ۱۱۴ پاس ہوتے ہیں اور امریکہ میں، جہاں سب سے زیادہ ہیں، ۱۲۵۲۸ پیش ہوتے اور ۴۵۲ پاس ہوتے ہیں۔ یو کے میں ۲۳۲ پیش ہوتے ہیں اور ۱۴۸ پاس ہوتے ہیں۔ یہ ہے دنیا کی پارلیمنٹس کا ریکارڈ اور خود Seventies میں پاکستان کا ریکارڈ کہ کم از کم ۶۰ بل on an average سالانہ انٹروڈیوس ہوتے تھے اور ہمارا ریکارڈ کیا ہے؟ ۱۰ اور ۱۲ ایوریج ہے۔ اس کے بعد آپ کہیں گے کہ صاحب ہمارے پاس کام نہیں ہے اور ہمیں دن کم کرنے چاہیں۔ ہمیں اس پر شرمسار ہونا چاہیئے، یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔

جناب والا! میں دوسرا نکتہ جو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ دنیا کی سیاسی

[Prof. Khurshid Ahmad]

تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ پارلیمنٹ کے اجلاسوں کے ایام کے تعین کی آخر کیوں ضرورت پیش آئی ۔ اس کے دراصل دو basic concept تھے۔ پہلا concept یہ تھا کہ assembly یا پارلیمنٹ مستقلاً in session ہو اور اس وقت بھی فیڈرل جرمن ریپبلک جو ہے اس کا یہی اصول ہے لیکن یہ بہر حال مشکل تھا اس لئے دوسرا راستہ یہ اختیار کیا گیا کہ پارلیمنٹ متعین دنوں میں کام کرے لیکن اب سوال یہ تھا کہ پارلیمنٹ کی ساورنٹی محفوظ کرنے کے لئے یہ حق کس کو دیا جائے کہ کب پارلیمنٹ بلائی جائے اور کب اسے پرورگ کیا جائے ۔ بادشاہت کے دور میں جب کہ پارلیمنٹ کا نظام وجود میں آ گیا تھا ، بادشاہ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ پارلیمنٹ کم سے کم دن ملے اور جب وہ چاہے پرورگ کر دے ۔ یہ وہ چیز تھی جس کے مقابلہ کے لئے پارلیمنٹ نے اپنے حق کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لئے دو چیزیں حاصل کی گئیں ۔ پہلی چیز یہ کہ دستوری طور پر اس بات کا تعین کر دیا جائے کہ پارلیمنٹ کم از کم اتنے دن ضرور ملے تاکہ ایگزیکٹو اپنی مرضی کے مطابق پارلیمنٹ کو بلانے اور منتشر کرنے کا کام انجام نہ دے بلکہ مجبور ہو کہ پارلیمنٹ لازماً اتنا عرصہ in session رہے اور دوسری چیز یہ کہ پارلیمنٹ کے اراکین کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اسمبلی یا سینٹ کا اجلاس requisition کر سکیں ، یہ وہ دو چیزیں تھیں جن کی بنا پر پارلیمنٹ نے ایگزیکٹو کی دست برد سے خود کو آزاد کیا ۔ یہی وجہ تھی کہ اس چیز کو دوسرے طور پر یعنی آئینی طور پر رکھا گیا ، ایک نہیں بلکہ بیشتر ممالک کے اندر یہ دستوری حق پارلیمنٹ کو دیا گیا کہ اسے لازماً اتنے دن تک اجلاس میں رہنا ہے ۔

جناب والا ! اس پس منظر میں ، یہ جملہ میں آپ کی خدمت میں کوٹ کرنا چاہوں گا جو Valentine Herman and Francoise Mendel نے پارلیمنٹ آف دی ورلڈ میں لکھا ہے کہ

> "A legislature should be free to scrutinise the actions of the government without the government's permission."

یہ تھا دراصل وہ اصول ، جس کی بنیاد پر دستوری طور پر یہ دونوں پروویژنز لائی گئیں کہ دن مقرر کر دیئے جائیں اور حکومت کے لئے یہ بات ممکن نہ رہے کہ یہ پارلیمنٹ صرف اس کی اجازت سے مل سکے اور requisition بھی اسی کی مرضی سے ہو ۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے جناب والا! کہ میں نے جتنا بھی دنیا کی تاریخ اور دستوری ترامیم کا مطالعہ کیا ہے، میں وزیر عدل سے درخواست کروں گا کہ اگر میرا مطالعہ غلط ہے تو میری رہنمائی کریں اور میری اصلاح کریں لیکن میں دنیا کی تاریخ میں کسی ایک واقعہ سے بھی واقف نہیں ہوں جب پارلیمنٹ نے اپنے کسی حق کو abdicate کیا ہو، خود اپنی ہی درخواست کے اوپر مجبوراً ہوا ہے، لیکن یہ بات کہ پارلیمنٹ کو ۱۶۰ دن ملنے کا حق، اچھا، برا، جس طریقے سے بھی یہ چیز آئی یہ ملا، اب اس کو کم کرنا، ہمیشہ پارلیمنٹس نے اپنے اختیارات کو بڑھانے کی کوشش تو ضرور کی لیکن اس کو کم کرنے کی کوئی مثال مجھے یاد نہیں اور جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے' صرف ایک ملک کوریا ایسا ہے کہ جس میں maximum days مقرر ہیں ورنہ دنیا کے باقی تمام ممالک کے اندر کم سے کم دن یا سیشنز کا نقشہ دیا گیا ہے، کہیں پر بھی ایسا نہیں ہے کہ اس بات کی کوئی مثال ملتی ہو کہ اس پارلیمنٹ کو اپنے فرائض ادا کرنے کا جو موقع ملتا ہے یہ ان سے abdicate کرے۔

جناب والا، پارلیمنٹ کے، قومی اسمبلی کے خاص طور پر چار فرائض ہیں، اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ حکومت بناتی ہے اور حکومت کو censure کرتی ہے۔ دوسرا اس کا فرض یہ ہے کہ وہ حکومت کو فنانشل اجازت دیتی ہے permission for supply جسے پارلیمانی اصطلاح میں کہتے ہیں۔ تیسری چیز legislation ہے' جس کے ذریعے سے قوانین بھی بنتے ہیں اور پالیسیاں بھی متاثر ہوتی ہیں اور چوتھا فرض public accountability کا ہے۔ احتساب کا کام، جو وقفہ سوالات کے ذریعے سے، تحاریک التوا کے ذریعے سے پارلیمنٹ انجام دیتی ہے، ھیرلڈ میکملن نے برٹش پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے اس بات کو اس طرح کہا تھا کہ

> "Parliament has of course or three main purposes; first, to vote supplies; second, to deal with the legislation, mainly that could forward by the government of the day; but third and of equal importance what Mr. Esquith used to call, 'Grand Inquest of the Nation.'... I think all of us know what it means; it means cheving the Ministers."

۱۰ نومبر ۱۹۵۱ میں اس نے پارلیمنٹ میں یہ بات کہی ہے تو دراصل یہ چاروں "functions ہیں اور اگر ایک پارلیمنٹ ان چاروں functions کو صحیح طریقے سے سرانجام دینے کی

[Prof. Khurshid Ahmad]

کوشش کرے تو حقیقت یہ ہے کہ اسے تقریباً آدھا سال درکار ہوتا ہے۔

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج بھی ایک خاص طرز کی حکومتوں کو چھوڑ کر، دستوری طور پر کتنا ضروری ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے لئے کہ پارلیمنٹس کتنے عرصے (ایام) کے لئے ملیں، جناب والا! میں آپ کو یہ معلومات بھی Parliament of the world جو آئی پی یو کی آفیشل پبلیکیشن ہے اس سے دے رہا ہوں، آسٹریا کا آئین یہ بات کہتا ہے کہ سال میں چھ مہینے، دو سیشنز میں ایک دو مہینے کا اور دوسرا سیشن ۴ مہینے کا، پارلیمنٹ کو ملنا چاہیئے، برازیل میں چار مہینے اور تین مہینے کے دو سیشنز ہیں یہ سات مہینے پارلیمنٹ ملتی ہے، کینیڈا میں ۱۷۱ دن ہیں، کوسٹریکا میں ۹ مہینے، ڈنمارک میں ۷ مہینے، فرانس میں ۱۷۰ دن، جرمن فیڈرل ریپبلک میں ۱۵۴ دن، ہندوستان میں ۱۸۰ دن اور کونسل آف سٹیٹ میں ۹۴ دن، آئرلینڈ میں ۲۷۰ دن تقریباً ۹ ماہ ہے، اسرائیل میں ۲۴۰ دن تقریباً ۸ مہینے، اٹلی میں ۱۵۲ دن، ایوری کوسٹ میں ۶ مہینے اور تین مہینے تقریباً ۹ ماہ۔ جاپان میں ۱۵۰ دن، کویت میں جو آج کل dissolved ہے لیکن دستوری طور پر ۸ مہینے، ناروے میں سوا آٹھ مہینے، تقریباً ۲۴۷ دن، پولینڈ ایک کمیونسٹ ملک ہے لیکن وہاں بھی ۶ ماہ سے ۸ ماہ، ریپبلک آف ویت نام میں ۶ ماہ۔ ساؤتھ افریقہ میں ۶ ماہ، سویڈن میں ۸ مہینے، سیریئن عرب ریپبلک میں ساڑھے پانچ مہینے، یو کے میں اوسطاً ۱۱۷ دن، ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ۱۶۴ دن، یوگوسلاویہ میں ۹ مہینے۔ صرف وہ ممالک جہاں پر یا آمرانہ نظام ہے یا اشتراکی ممالک ہیں صرف وہاں کی پارلیمنٹس میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ انہوں نے جو دن رکھے ہیں وہ مضحکہ خیز حد تک کم ہیں۔ مثال کے طور پر اوسطاً یادہ سے بیس دن بیشتر اشتراکی ممالک میں رکھے گئے ہیں لیکن to be fair to them چونکہ وہاں کمیٹی ورک ایک خاص انداز میں ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی کمی وہ وہاں کسی نہ کسی حد تک پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ پوری معلومات جناب والا! میں نے آپ کی خدمت میں اس لئے رکھی ہیں کہ اگر آپ دنیا کے دساتیر کا جائزہ لیں تو بالعموم چھ مہینے یا آدھا وقت رکھا گیا ہے کہ پارلیمنٹ سیشن میں ہو اور آدھا وقت رکھا گیا ہے تاکہ لوگ اپنے حلقہ انتخاب میں کام کریں اور دونوں کام ادا ہو سکیں، لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے ہاں ہم اپنا کام تو کرنے کی کوشش

نہیں کرتے ، اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتے اور چاہتے یہ ہیں کہ اس طریقے سے دنوں کو کم کرکے ایک سہارا لیا جائے ، یہ میں سمجھتا ہوں کہ نامناسب رسائی ہے اور ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم صحیح طور پر کام کریں اور جو دستور کے تقاضے ہیں ان کو ہم پورا کریں۔ جناب والا ! اس وقت تک دنوں کو کم کرنے کے حق میں جو دلائل دیئے گئے ہیں ، میں چاہتا ہوں کہ ان کے بارے میں بھی چند گذارشات کردوں ، پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ یہ قومی اسمبلی کا مسئلہ ہے اگر انہوں نے یہ بات طے کرلی ہے تو سینیٹ اس میں اپنی ٹانگ کیوں اڑائے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے ، یہ ایک دستوری مسئلہ ہے ، یہ پارلیمنٹ کے وقار کا مسئلہ ہے ، یہ پارلیمنٹ کی اتھارٹی کا مسئلہ ہے ، یہ پارلیمنٹ کے فنکشنز کا مسئلہ ہے اور سینٹ کی اس میں اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی کہ قومی اسمبلی کو ہونی چاہیئے ، بالکل اسی طرح جس طرح سے کہ اگر سینیٹ کے ایام کار کو کم کرنے کی کوشش کی جاتی تو قومی اسمبلی کا یہ فرض تھا کہ وہ اس کا جائزہ لیتی اور اس کے بارے میں اپنی کوئی رائے دیتی ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک قومی ، ایک دستوری اور ایک جمہوری مسئلہ ہے اور اس بنیاد پر یہ ضروری ہے کہ ہم اس پر اپنی رائے دیں اور اسی بنا پر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا objectively جائزہ لینا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم تاریخ میں اپنا نام ان لوگوں کی فہرست میں شامل نہ کر پائیں کہ جنہوں نے پارلیمنٹ کی اتھارٹی اور پارلیمنٹ کے رول کو بڑھانے کی بجائے کم کرنے کا کام انجام دیا ۔

دوسری بات جناب والا ! یہ کہی گئی ہے کہ گفت گو کم سے کم ایام پر ہو رہی ہے ، اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں ۔ مجھے اتفاق ہے کہ یہ بات صحیح ہے ، کم سے کم ایام پر ہو رہی ہے ، لیکن بات یہی ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کم سے کم ایام اتنے ہونے چاہئیں تاکہ یہ پارلیمنٹ اپنے فرائض منصبی کو بخیر و خوبی انجام دے سکے ۔ آپ کہتے ہیں کہ اوسطاً تین گھنٹے کام کیا ہے ، میں کہتا ہوں کہ آپ کام لائیے ہم آٹھ گھنٹے کام کرنے کے لئے تیار ہیں ، ہم نے آٹھ گھنٹے کام کیا ہے ، لیکن اگر آپ کام نہ لائیں ، آپ وقت پر شروع نہ کریں ، ایک ایک ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آپ کی اسمبلیاں شروع ہوں ، لوگوں کو لانے کے لئے چھ ، چھ بار روزانہ گھنٹیاں بجانی پڑیں تو اس کے بعد پھر آپ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت پروان چڑھے گی اور لوگوں کی آنکھوں میں جمہوریت کی عزت ہوگی اور ایوان کا وقار بڑھے گا یہ درست نہیں ہے تو بلاشبہ مسئلہ

[Prof. Khurshid Ahmad]

کم سے کم کا ہے لیکن کم سے کم بھی اتنے ہونے چاہئیں تاکہ constant search light حکومت پر رہے constant search light کا مقصد ہی یہ ہے کہ حکومت on the alert رہے ، بیوروکریسی on the alert رہے۔ ملک میں جو developments ہو رہی ہیں پارلیمنٹ میں اس کا نوٹس لیا جائے ، اب وہ زمانہ گیا کہ حکومت جاگیرداروں کا ایک کھیل تھا اور محض ٹوپی میں ایک پھندنا لگانے کے لئے وزیر بن جایا کرتے تھے جمہوری دور میں وزیروں کو کام کرنا پڑتا ہے ، دن رات کام کرنا پڑتا ہے ، برٹش پارلیمنٹ کے اندر اگر وزیر دن میں دفتر میں کام کرتا ہے اور شام کو ۶ بجے سے لے کر رات ۱۱ بجے تک پارلیمنٹ میں کام کرتا ہے اور پھر صبح ڈیوٹی پر ہوتا ہے اور ویک اینڈ جاکر حلقے میں گزارتا ہے۔ یہ ہے کام کرنے کا طریقہ۔ یہ جو الاؤنس آپ کو دیا جاتا ہے اسی لئے دیا جاتا ہے aristocracy اور لینڈ لارڈز ازم کے دور میں یہ بات تھی کہ امیر آیا کرتے تھے اور محض اس کو اپنا ایک جاگیردارانہ امتیاز سمجھتے تھے ۔ لیکن جمہوری دور میں وزیروں کو پارلیمانی سیکرٹیریز کو ارکان پارلیمنٹ کو دن رات کام کرنا پڑتا ہے ۔ اگر ہم اس کام کے لئے تیار نہیں ہیں تو ہمیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر ہم یہاں آئے ہیں تو اس کام کو انجام دیں۔

جناب والا ! تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ اس طریقے سے ہم ۱۹۷۳ء کے دستور کا احیاء فرما رہے ہیں ۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ مضحکہ خیز کوئی اور دلیل نہیں ہو سکتی ۔ ہم خود دل وجان سے چاہتے ہیں کہ آئیے ۱۹۷۳ء کے دستور سے جو انحرافات ہوئے ہیں انہیں بحال کیجئے وہ اس قوم کی تاریخ میں ایک روشن سنہری دن ہوگا ، ایک مبارک لمحہ ہوگا لیکن یہ کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ ۱۹۷۳ء کے دستور میں آپ کو اس ۱۳۰ دن کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آئی ۔ محسوس ایسا ہو رہا ہے کہ سہارا لیا جا رہا ہے اور بھونڈے انداز میں دلیل سامنے لائی جا رہی ہے ۔ حالانکہ ۱۹۷۳ء کے دستور سے آپ کو کوئی دلچسپی اگر ہے تو فی الحقیقت ان تمام ترامیمات کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جنہوں نے اس دستور کا حلیہ بگاڑ دیا ہے ۔ اس پر مجھے وہ شعر یاد آتا ہے کہ

ع تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

چوتھی بات یہ کہی گئی ہے کہ اس طرح خرچہ بچے گا ۔ جناب والا ! یہ بھی بڑی مضحکہ خیز اور شرمناک دلیل ہے اس لئے کہ بہت سے ڈکٹیٹرز نے اس سے پہلے بھی یہ بات کہی ہے کہ

الیکشن کے اوپر دو کروڑ روپے خرچ ہوتے جو ہم نے بچائے ہیں ۔ پارلیمنٹ کے اوپر اتنے کروڑ روپے خرچ ہوتے ہیں ۔ . . . . جناب والا! جمہوریت کی اسی طرح کوئی قیمت نہیں ہے جس طرح آزادی کی کوئی قیمت نہیں ہے ۔ ایمان کی کوئی قیمت نہیں ہے ۔ ان کے تحفظ کے لئے جو وسائل صرف کرنے پڑیں انہیں صرف کیا جانا چاہیئے ۔ آپ نے اپنی شاہ خرچیوں کو تو کم نہیں کیا ۔ ایک ایک فرد کے نکلنے کے لئے سینکڑوں افراد کو سڑکوں پر کھڑا کیا جاتا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ ایک طرف ہم اسلام کا نام لیتے ہیں، مساوات کی بات کرتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں مسلمانوں کا جو خلیفہ تھا وہ ان کے ساتھ نماز پڑھتا تھا ان کے ساتھ اٹھتا تھا، ان کے ساتھ بیٹھتا تھا اور ان کے ساتھ کھاتا تھا ۔ حتیٰ کہ جب خلفائے راشدین پر حملے ہوئے اور ان کو شہید تک کیا گیا تو اس کے باوجود بھی انہوں نے اپنے آپ کو عوام سے نہیں کاٹا ۔

لا اینڈ آرڈر کی سچوائشن خراب ہے ۔ کرائمز کو detect کرنے کے لئے پولیس نہیں ہے لیکن ہمارے شاہی جلوس کے لئے روزانہ پولیس کا لگنا یہ خرچہ نہیں ہے ۔ آپ کے سفر، آپ کے رہن سہن کا انداز، آپ کی دعوتیں ان سب پر جو پیسہ خرچ ہوتا ہے وہاں خرچ نہیں ہو رہا ۔ صرف یہ ہے کہ اگر پارلیمنٹ ۳۰ دن زیادہ چلے گی تو آپ کا خزانہ جو ہے وہ collapse ہو جائے گا ۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہم کیسے کیسے تنکوں کا سہارا لینے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

پانچویں دلیل جناب والا! یہ لائی گئی ہے کہ باہر ووٹرز سے ہم رابطہ زیادہ رکھ سکیں ۔ بہت اچھا کام ہے ضرور آپ ووٹرز سے رابطہ رکھیئے لیکن آپ یہ بھول جاتے ہیں کہ ۱۶۰ دن کے بعد ۲۰۵ دن آپ کے پاس بچتے ہیں وہ کام کرنے کے لئے اگر آپ کوئی کام کرنا چاہیں تو، لیکن جنہوں نے کام نہیں کرنا ان کو آپ ۱۳۰ دن کیا ۳۰۰ دن بھی دے دیں تو بھی انہوں نے کام نہیں کرنا تو یہ دراصل بڑی ہلکی دلیلیں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ اسی طرح یہ بات کہ گورنمنٹ کو اپنے فرائض انجام دینے کے لئے وقت زیادہ مل جائے گا تو بل بنانے کے لئے قانون کے مسودے بنانے کے لئے ان کو ذرا موقع مل جائے گا ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت کے جو بنیادی فرائض منصبی تھے ان کو ادا کرنے کے لئے فی الحقیقت کتنی محنت کی ہے کتنے بلوں کے اوپر کام کیا ہے کتنی کمیٹیاں بنائی ہیں کہ وہ یہ کام کریں اب وہ جو کمیٹی سینیٹ کے ارکان کی

[Prof. Khurshid Ahmad]

بنائی گئی تھی۔ سومرو صاحب اس کے ممبر ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ اس ۱۵ مہینے کے اندر کیا اس کی کارروائی ہوئی ہے اور کتنی بار وہ ملے ہیں دوسرے رکن طارق صاحب ہیں وہ مجھے بتلاتے ہیں کہ دو تین سے زیادہ اس کی نشستیں نہیں ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ اگر کام نہیں کرنا چاہتے تو ۱۳۰ دن کیا آپ صرف پانچ دن اسمبلی کو بلائیں تو پھر بھی آپ کی گورنمنٹ جو ہے وہ بل نہیں لاسکے گی تو یہ بڑے بوگس دلائل ہیں جنہیں آپ نے دینے کی کوشش کی ہے۔

جناب والا! کل میں نے ایک ٹیکنیکل بات کہی تھی آج میں پھر اس کا اعادہ کروں گا میں اپنے substantive دلائل آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ ہمارے دوست مانیں یا نہ مانیں یہ ان کا اختیار ہے میرا فرض آپ کے سامنے اپنی بات رکھنا ہے لیکن دستور سازی اور قانون سازی کے اندر ٹیکنیکل چیزیں بھی بڑی اہم ہوتی ہیں ایک کوما، ایک فل سٹاپ، ایک inverted coma ایک dash، ان کی انٹرپریٹیشن کے اندر زمین آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے یعنی خدا اور جدا کے اندر صرف ایک نقطے کی placing کا ہی تو فرق ہے اگر ان باتوں کو نظر انداز کیا جائے تو یہ بھی اچھا نہیں جس بنا پر میں نے یہ بات کہی تھی کہ ایک جگہ آپ ۷۰ لائے ہیں اور اس کے بعد آپ ۳۰ لائے ہیں اور دوسرے مقام پر آپ نے hundred sixty اور Hundred thirty کیا ہے۔ بنیادی غلطی میری نگاہ میں یہ ہوئی ہے کہ وہ یہ بات بھول گئے کہ دستور کی یہ روایت ہے کہ دستور میں جو ترمیم کی جاتی ہے اس طرح بھی کی جاتی ہے کہ چاہے ترمیم ہو جائے لیکن کچھ نہ کچھ نشان اس کا دستور پر باقی رہے اور اس طرح دستور کی پوری تاریخ جو ہے وہ دستور کی دفعات میں اس کے الفاظ کے اوپر مرقوم ہوتی ہے اگر one hundred sixty کی بجائے بریکٹ کے اندر صرف sixty لاتے تو وہ one hundred پرانا باقی رہتا اور صرف thirty کے اوپر ایک مارک لگا دیا جاتا کہ ترمیم کے ذریعے سے یہ sixty کی بجائے thirty ہو گیا ہے one hundred sixty کو آپ one hundred thirty سے بدل دیں گے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ one hundred sixty جو پہلے ترمیم ہوئی تھی اور پھر آپ نے اس کو ترمیم کیا ہے یہ ایک پہلو ہے جو باقی نہیں رہے گا تو اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ ٹیکنیکل چیزوں کے اوپر بھی غور کرنا چاہیئے اور میں دلائل کے اعتبار سے بھی اور دوسری وجوہ سے بھی سمجھتا ہوں کہ حکومت نے یہ اچھا اقدام نہیں کیا۔ اس نے اچھی مثال پیش نہیں کی وہ اپنی پیرا رٹی کی اچھی تصویر

قوم کے سامنے نہیں لائی اس کو کام کر کے دکھانا چاہیئے اور وہ کام اس کے لئے کریڈٹ بنے گا لیکن کام کے دنوں کو کم کر کے وہ نہ کریڈٹ قوم سے لے گی نہ اس ایوان کی عزت کو بڑھائے گی۔ اس بنا پر میں پوری دردمندی کے ساتھ یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس موقف کے اوپر نظرثانی کرے۔ ۱۶۰ دن رکھے اور ۱۶۰ دن کام کرے اور اس طرح ملک میں جمہوریت کے فروغ اور حکومت کے وقار کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ! جناب حسین بخش بنگلزئی صاحب۔

میر حسین بخش بنگلزئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جناب چیئرمین! اس وقت دسواں آئینی ترمیمی بل اس ایوان میں بحث وتمحیص کے لئے پیش ہے۔ اس ترمیمی بل پر مختلف معزز اراکین نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ جہاں تک معزز اراکین کے خیالات کا تعلق ہے ہم نے اپوزیشن کے خیالات کو ہمیشہ احترام سے سنا ہے اور ہم نے انہیں انتہائی فراخدلی سے یہ موقع دیا ہے کہ وہ اپنے خیالات جس انداز میں بیان فرمانا چاہیں یہ ان کا حق ہے مگر یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ان کے تمام خیالات سے بیک وقت اور ایک ہی سانس میں ہمیں اتفاق بھی ہو۔ جناب والا! اس بل کے حوالے سے ہمارے ایک معزز رکن نے یہ فرمایا چونکہ پرائم منسٹر صاحب یونائیٹڈ کنگڈم کے دورے پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت کے لئے یہ از بس ضروری ہوا کہ وہ پارلیمنٹ کے اندر ڈویژن کے ذریعے اس بات کا اظہار کریں کہ اس پارلیمنٹ کے اندر پرائم منسٹر کو اعتماد کا ووٹ حاصل ہے مگر وہ یہ کہتے ہوئے شاید یہ بات بھول گئے کہ جہاں تک پرائم منسٹر جناب محمد خان جونیجو کا تعلق ہے وہ اس پارلیمنٹ کا غیر متنازعہ منتخب لیڈر رہے جبکہ اس بات کو کبھی چیلنج نہیں کیا گیا لہٰذا گورنمنٹ کو یہ بات پیش کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ یونائیٹڈ کنگڈم کے دورے پر وہ ہاؤس میں ڈویژن کرا کے اس اعتماد کو دوبارہ بحال کرے۔ جناب والا! اس بل کے حوالے سے اس بات سے تو کم از کم ایک معزز رکن نے جن کا تعلق اپوزیشن کے بینچوں سے ہے اس بات کو ایڈمٹ کر لیا کہ نیشنل اسمبلی میں جب یہ بل زیر بحث تھا اپوزیشن نے اپنی ناپختگی کا اظہار کرتے ہوئے ڈویژن کے وقت اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ جب اپوزیشن کے معزز

[Mir Hussain Bakhsh Bangalzai]

ارکان اپنی غلطیوں کا احساس فرماتے ہیں اور اس ہاؤس کو بھی یہ احساس دلاتے ہیں کہ ان سے غلطیاں ہونے کے امکانات بالکل موجود ہیں اور اس کا وہ اظہار بھی کر چکے ہیں تو پھر اس کے لئے ہم ان کی مدد نہیں کر سکتے۔

جناب والا! جہاں تک سیاست کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ سیاست ایک زندہ سائنس ہے جس طریقے سے سائنسی تحقیقات میں روزمرہ نئی نئی اختراعات ہوتی ہیں اسی طریقے سے چونکہ انسانی زندگی، انسانی معاشرہ، سیاست بتدریج اپنی ترقی کے منازل طے کر رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا حالات کے مطابق انسانی معاشرے میں اور سیاست میں تبدیلیوں کے امکانات ہمیشہ ہی رہتے ہیں اس کو بیک قلم کبھی بھی deny نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ اب قومی اسمبلی نے اپنے طور پر یہ محسوس کر لیا ہے کہ یہ ایک منتخب اسمبلی ہے اور اس اسمبلی نے قانون سازی کے ساتھ ساتھ اپنے حلقہ انتخاب میں بھی ان تمام کاموں کا جائزہ لینا ہے انہیں lookafter کرنا ہے جس کے لئے وہاں کے ووٹرز نے انہیں منتخب کیا تھا۔ لہٰذا ارکان اسمبلی کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ قانون سازی کے ساتھ ساتھ ان کا اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں رہنا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے قومی اسمبلی کے معزز اراکین نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ وہ اگر اس پورے 365 دنوں کے اندر یعنی ۱۶۰ کے بجائے ۱۳۰ دن مقرر کر کے ۳۰ دن اور gain کر لیں۔ تاکہ مزید دن اپنے حلقہ انتخاب میں رہ سکیں تو یہ ان کا حق اور انہی کا فیصلہ ہے۔

جناب والا! میں اس ضمن میں کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ ڈاکٹر محبوب الحق صاحب نے جس فصیح و بلیغ انداز میں اس بل کے تمام مضمرات کو جس اچھے انداز میں cover کیا ہے یہ انہی کا حصہ ہے مجھے ان سے پورا پورا اتفاق ہے اور ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیمی بل ہاؤس آف کامنز یعنی قومی اسمبلی سے انتہائی بحث مباحثہ کے بعد انتہائی غور و خوض کے بعد اور دو تہائی اکثریت کے ساتھ پاس ہو کر سینیٹ میں آیا ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس پر اظہار و تبادلہ خیالات کرنے کا ہر ممبر کو حق ہے اور جتنا وقت لے سکیں لیں اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرمائیں۔ جہاں تک میرے خیالات کا تعلق ہے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ اس کی بھرپور حمایت کرتا ہوں اور اس بل کو جس انداز میں پیش ہوا ہے، سینیٹ سے اس کو مکمل تائید کے ساتھ پاس کر کے قانون کی شکل

دی جانی چاہیئے - شکریہ !

جناب چیئرمین : شکریہ ! جناب سردار خضر حیات صاحب -

سردار خضر حیات خان : جناب چیئرمین ! بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے یہ موقع بخشا ہے - اگر اجازت ہو تو میں چاہتا تھا کہ شام کی سٹنگ میں تقریر کر لوں - لیکن اگر ابھی حکم ہے تو ابھی کر دیتا ہوں -

جناب چیئرمین : جیسے جیسے وقت ملتا ہے تو تقریریں کرتے ہی جائیں -

سردار خضر حیات خان : ٹھیک ہے سر - جناب والا ! جیسا کہ ابھی معزز اراکین نے اس بل پر اظہار خیال کیا ہے - مجھے یہ خیال تھا کہ سینیٹ میں اس کی مکمل تائید ہو گی اور سارے لوگ اس کو سپورٹ کریں گے - کیونکہ یہ ایک معصوم ، سادہ اور چھوٹا سا بل تھا - جس میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی مخالفت ہو سکتی تھی یا کرنی چاہیئے تھی لیکن یہاں میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ وتیرہ بنا رکھا ہے کہ جو بھی حکومت پیش کرے اس کی مخالفت کی جائے - میں سمجھتا ہوں کہ اعتراض اس صورت میں ہو سکتا تھا کہ جب یہ آئین کی روح کے منافی ترمیم ہوتی یا اسلام کے خلاف کوئی بات کی جاتی یا جمہوریت کے خلاف ترمیم کی جاتی تب تو مخالفت ہو سکتی تھی - لیکن یہ ترمیم نہ آئین کی روح کے منافی ہے اور نہ ہی اسلام اور جمہوریت کے خلاف ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ دسواں آئینی ترمیمی بل نہایت ضروری ہے اسے اس ہاؤس میں تمام لوگوں کو سپورٹ کرنا چاہیئے - یہاں جیسے کہ جاوید جبار صاحب نے کہا ہے کہ ۱۶۰ دن کئے تھے - یہ کوئی جمہوری انداز نہیں تھا یہ وہ مانتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی - اب اگر یہ خود نیشنل اسمبلی والے چاہتے ہیں کہ دن جو ہیں وہ کم کئے جائیں تاکہ لوگوں کے کام بھی چل سکیں اور حکومت کے کام بھی اچھی طرح چلتے رہیں - مزید یہ کہ ابھی جیسے کہا گیا ہے کہ یہ ایک بھونڈی اپیل ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ۱۶۰ دن کم از کم ہیں - یہ نہیں ہے کہ اگر حکومت کے پاس کام ہوا ، اور جناب جونیجو صاحب نے ہمیشہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم پورا سال بیٹھنے کے لئے تیار ہیں اور اب میں بھی حکومت اور مسلم لیگ پارٹی کی طرف سے اس ہاؤس اور عوام کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو صرف ۱۶۰ دن نہیں ہم ۲۶۰ دن بیٹھنے کو تیار ہیں لیکن یہ minimum کی قید ہے زیادہ کی پابندی نہیں -

[Sardar Khizar Hayat Khan]

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم نہ جمہوریت کے خلاف ہے اور نہ ہی اسلام اور آئین کے منافی ہے۔ جیسے کہ یہاں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ منسٹرز کے لئے بھی یہ ضروری ہونا ہے، کہ ہاؤس میں بیٹھیں۔ اگر ۱۶۰ دن وہ ہاؤس ہی میں بیٹھے رہیں تو یہ باہر کا کام، عوام اور حکومت کا کام کیسے چلائیں گے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم عین مناسب اور ضروری تھی وقت کے ساتھ جب بھی ضرورت محسوس ہو تو مقررہ طریقہ کار کے مطابق ترمیم کریں۔ اگر طریقہ کار کے مخالف کوئی کام کیا جائے گا تو ہم بھی اس کی مخالفت کریں گے اور حکومت کا کبھی ساتھ نہیں دیں گے۔ یہ جمہوریت کا طریقہ کار ہے کہ اگر آپ آئین اور طریقہ کار کے مطابق کوئی ترمیم دستور میں لائیں تو اس کو ہمیں اصولوں پر پرکھنا چاہیئے اور وہ اصول یہی ہمارے سامنے ہونا چاہیئے کہ یہ آئین کی روح کے مخالف نہ ہو۔ اور جمہوریت اور اسلام کے منافی نہ ہو تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس ترمیم سے ۱۶۰ سے ۱۳۰ دن کرنے سے کون سا جمہوریت، آئین یا اسلام کے خلاف کام ہوا ہے۔ اس کو جلد سے جلد پاس کرنا چاہیئے۔ اسمبلی نے بھی بڑی کثرت رائے سے پاس کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ کو بھی اس کی مکمل تائید کرنی چاہیئے دیکھنا یہ ہے کہ یہ وقت کی ضرورت ہے۔ اس وقت ضرورت یہ ہے کہ ہم ۱۶۰ سے ۱۳۰ دن کر دیں۔ میں ان الفاظ کے ساتھ جناب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور ہاؤس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ! جناب شہزادہ برہان الدین صاحب۔

شہزادہ برہان الدین خان مجاہد: جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں کہ جناب نے مجھے اپنی رائے کا اظہار کرنے کی اجازت دی۔ جناب عالی! مجھے بہت افسوس ہے کہ آج تک پاکستان کے لوگوں نے اس ملک کو اپنا نہیں سمجھا۔ اگر اپنا سمجھتے تو جس بیدردی سے اس ملک کی رقم خرچ ہوتی ہے اور اسراف ہوتا ہے وہ نہ ہوتا۔ اب ان کو خیال آیا کہ یہ ۱۶۰ دن یا جو کچھ ہو رہا تھا اس میں قوم کی رقم کا اسراف ہو رہا تھا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں ۹۰ دن جو لگتے ہیں اس میں کتنا کام ہم سے نکلتا ہے۔ اس میں بھی ہم ہفتے میں چار چار دن چھٹی کرتے ہیں۔ اگر قوم کی خدمت کرنا ہو تو عام لوگوں کی طرح کرو جو آٹھ گھنٹے مزدوری کرتے ہیں، ہم قوم کے لئے یہاں آتے ہیں تو ہمیں قوم کے لئے کم سے کم چھ گھنٹے بغیر وقفے کے کام کرنا چاہیئے۔ ملک کے مفاد میں ہمیں سوچنا چاہیئے۔

میں کہتا ہوں کہ ۱۴۰ دن بھی زیادہ ہیں۔ انہیں بھی کم کرنا چاہیئے۔ کام کے وقت کو زیادہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور ملک کا پیسہ بچ جائے۔ یہ غریب ملک ہے۔ اسلام میں سب سے بڑی چیز کفایت شعاری ہے اور یہ دن جتنے زیادہ لگتے ہیں اتنا ہی کام کم ہوتا ہے یہ سارا اصراف ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ بل بالکل اسلام کے مطابق ہے یہ وقت اور رقم دونوں بچانے کے لئے ہے۔ جو بھی اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ یہ بالکل صحیح چیز ہے اور اس کے لئے ہم حکومت کو داد دیتے ہیں کہ انہوں نے اس پر سوچا ہے اور اس کو ۱۶۰ سے ۱۳۰ کر دیا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس بل کی بھی تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین : شکریہ ! جناب علی احمد تالپور صاحب۔ نہیں ہیں۔ sorry وہ شاید غلام حیدر تالپور ہوں گے۔ باہر ہیں۔ اچھا۔ میرداد خیل صاحب جناب !

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین ! حکومت نے یہ ترمیمی بل پیش کرنے کی جو جسارت کی ہے حقیقت میں یہ پاکستان کے غیور عوام کے مسائل سے چشم پوشی کرنے کا ذریعہ بنانے کے لئے اس میں ترمیم کر رہے ہیں۔ ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ ہم ۱۹۷۳ء کا آئین مکمل طور پر نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر ۱۹۷۳ء کے آئین میں تو یہ بھی ہے کہ علماء کرام کے ۲۲ نکات کو بھی یہ من وعن شامل کرتے اور نافذ کرتے تو یہ بھی بہت اچھی بات ہوتی۔ لیکن حکومت کسی نکتہ کو اپنے مفاد میں دیکھ کر اس پر عمل کرتی ہے اور جس میں اس کا ذاتی مفاد نہ ہو اور اس میں عوام کا نقصان ہو تو اس قسم کے مسائل کو یہاں پارلیمنٹ میں پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے حقیقتاً ہم چاہتے ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہے کہ پاکستان کا محنت کش طبقہ آٹھ گھنٹے مزدوری کرتا ہے۔ اگر اس کی مزدوری میں سے آدھ گھنٹہ بھی کم ہو تو وہ شخص یہ کہتا ہے کہ جی آپ نے تو آدھ گھنٹہ کم کام کیا ہے۔ لہٰذا آپ کو ساڑھے سات گھنٹے کی رقم دیں گے۔ اگر اس طرح کی بات مزدوروں کے ساتھ ہے کہ وہ آٹھ گھنٹے کام کریں تو ان کو معاوضہ ملتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قوم کے نمائندے جنہیں عوام نے اپنا قیمتی ووٹ دے کر منتخب کر کے یہاں پارلیمنٹ میں بھیجا ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ ہمارے منتخب نمائندے ہیں پارلیمنٹ میں جا کر ہمارے مسائل حل کریں نہ کہ اس طرح کے کام کو ادھورا چھوڑ

[Mir Abdur Rahim Mir Dad Khel]

کرائیں ۔ پاکستان میں عوام کے نمائندے کی حیثیت سے ہم یہ جسارت کرتے ہیں اور اس میں حق بجانب ہیں کہ ہم حق کو حق سمجھیں گے اور باطل کو باطل کہیں گے ۔ ہم ہمیشہ کوشش کریں گے کہ ہر جگہ پر حق بات کا اظہار کریں ۔ بحیثیت مسلمان بھی یہ ہمارا ایک فریضہ بنتا ہے ۔ اگر ایک محنت کش مزدور کے لئے آٹھ گھنٹے ہو سکتے ہیں تو پھر ہر شخص کے لئے آٹھ گھنٹے کا کام ہونا چاہیئے ۔ ہم اس ملک میں مساوات چاہتے ہیں لیکن مساوات بندگی نہیں، مساوات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں ۔ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اسلام کے لئے خدمات انجام دی ہیں اور جس لگن کے ساتھ کام کیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان کے، ہم اپنے مفاد کے لئے تو کام کریں اور جب مفادِ عامہ ہو تو اس سے ہم چشم پوشی کریں ۔ یہ حقیقت کے منافی ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ کام کے دنوں میں اضافہ ہونا چاہیئے ۔ ۱۳۰ دن کی بجائے ۱۸۰ دن ہونے چاہیئں، عوام کے مسائل کو حل کریں ۔ اس وقت ہر شخص درخواستیں لے کر پھر رہا ہے کہ ہمارے کام نہیں ہو رہے ۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم عوام کے مسائل سے چشم پوشی کرتے ہیں اور عوام ترستے ہیں کہ ہمارے مسائل کسی طرح حل ہو جائیں ۔

آپ پارلیمنٹ کے کام کے دنوں کو کم کرنا چاہتے ہیں ۔ اس پر وزیروں کی اپنی جیب سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا ۔ ہمیں وزیراعظم پاکستان کے خاص فنڈ سے تنخواہ نہیں دی جا رہی بلکہ یہ قوم کا پیسہ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کا صحیح استعمال ہو ۔ ڈاکٹر محبوب الحق صاحب نے فرمایا ہے کہ ملک میں بیس ارب روپے رشوت دی جا رہی ہے اور لی جا رہی ہے تو پھر رشوت کو ختم کیا جائے ۔ کارکردگی میں اضافہ کیا جائے ۔ رزق حلال کمانے کے وسائل پیدا کئے جائیں نہ کہ رشوت کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے جائیں ۔

جناب چیئرمین ! میں یہ کہوں گا کہ اس وقت عوام کے مسائل کا حل ہونا صرف اور صرف اسلامی نظام پر منحصر ہے ۔ یہ حکومت کس انداز میں اسلام اور دین کے لئے مخلصانہ کوشش کر رہی ہے ۔ اگر وہ شریعت کے مطابق اپنے مسائل حل کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس ملک کے عوام کے مسائل خود بخود حل نہ ہوں ۔ میں چاہتا ہوں کہ ۱۹۷۳ء کا آئین مکمل طور پر نافذ کیا جائے ۔ اس کے کسی جزو کو اپنے لئے نافذ نہ کریں ۔ اس کے

ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ ۱۳۰ دن کرنے کی بجائے ۱۸۰ دن کئے جائیں۔ آپ نے پروفیسر خورشید احمد صاحب کی پوری تقریر سنی۔ ہم مسلمان ہوتے ہوئے اپنا کام کم کرنا چاہتے ہیں اور غیر ممالک کے لوگ اپنی کارکردگی میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین : بریگیڈیر محمد حیات صاحب۔

بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حیات خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس ترمیمی بل پہ اظہارِ خیال کرنے کا مجھے موقع دیا۔

جناب والا! مقصد یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کو مکمل طور پہ بحال کیا جائے اور یہ ترمیم اس ضمن میں پہلا قدم ہے اس کے بعد بھی اس میں پیش رفت ہو سکتی ہے اور اسے آہستہ آہستہ امنڈ کیا جا سکتا ہے۔ اپوزیشن کو جو ہمیشہ شور کرتی ہے کہ ۱۹۷۳ء کا آئین لائیں، یہ ترمیم تو ان کی favour میں ہے اس لئے میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ اس کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں۔

اس ترمیمی بل کے ذریعے صرف تیس دن کم کئے گئے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ نمائندے جو منتخب ہو کر آتے ہیں خاص طور پہ نیشنل اسمبلی کے اراکین، یہاں کے اراکین جو ہیں یہ تو indirectly elected ہیں، ان کو اپنے علاقوں میں جا کر کام کرنا پڑتا ہے اگر وہ ان کے پاس نہ جائیں تو یہاں سینکڑوں آدمی ان کے پاس آتے ہیں، اس طرح وہ نہ دلجمعی کے ساتھ اپنا کام کر سکتے ہیں اور نہ ہی لیجسلیشن کا کام کر سکتے ہیں۔ اس سے ان اراکین کو یہ مہلت ملے گی کہ وہ اپنے علاقوں میں جا کر اپنے غریب عوام کا کام کریں۔ جنہوں نے ان کو ووٹ دیئے ہیں اور اپنے کاموں کے لئے الیکٹ کیا ہے۔

جہاں تک کام کا تعلق ہے، اگر ہاؤس میں کام ہے تو یہ ہاؤس آٹھ گھنٹے بھی بیٹھ سکتا ہے، دس گھنٹے بھی بیٹھ سکتا ہے اور چھٹی کے روز بھی کام کیا جا سکتا ہے اگر کام زیادہ ہے تو پھر ۱۲۰ دن سے زیادہ دن یعنی ۱۳۰، ۱۶۰ دن بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ زیادہ دنوں پر کوئی پابندی نہیں۔ ۱۳۰ کم سے کم دن ہیں۔ اس لئے اس پر کوئی خاص اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

جناب والا! کسی ایک معزز سینیٹر نے کہا ہے کہ یہ ایک کنونشن لیگ ہے

[Brig. (Retd.) Muhammad Hayat Khan]

میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں کوئی کنونشن لیگ نہیں ہے، یہ انہوں نے نامناسب بات کی ہے۔ یہ صرف ایک مسلم لیگ ہے اور یہ واحد اکثریتی جماعت ہے جس کی اس ایوان میں ۹۰ فیصد نمائندگی ہے۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ، جناب غلام حیدر تالپور صاحب۔

میر غلام حیدر تالپور: جناب! میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک چھوٹا سا بل ہے اسے اگر اپوزیشن بغیر اعتراض کے، بغیر رکاوٹیں ڈالنے کے، اس کو پاس کرنے کی حمایت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس میں ہاؤس کے لئے بہتری ہوگی۔

اس کے علاوہ اس بل کو نیشنل اسمبلی نے واضح اکثریت سے پاس کیا ہے اور وہ بھی ہمارے ہی ملک کے نمائندے ہیں، ہم ہی میں سے ہیں۔ ہمیں ان کا خیال رکھتے ہوئے، ان کی کثرت رائے کا خیال رکھتے ہوئے اس بل کو پاس کرتے وقت اعتراضات نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ اس کی حمایت کرنی چاہیئے تاکہ یہ بل پاس ہو جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ! اذان کا وقت ہو رہا ہے۔ اگر اجازت دیں تو اس ہاؤس کو اس وقت شام ساڑھے چھ بجے تک کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔ ہاؤس ملتوی کیا جاتا ہے۔

[The House adjourned for Maghrab prayers].

[The House re-assembled after interval with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair].

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بحث کا پھر آغاز کرتے ہیں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج صبح کا اجلاس ۲۰ منٹ اور یہ شام کا اجلاس ۳۰ منٹ کی تاخیر سے شروع ہوا۔ تمام کے اجلاس کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اگر ہم نے ٹائم اس طرح ضائع کرنا ہے میری درخواست ہوگی کہ اجلاس کا جو کوئی ٹائم مقرر ہو آپ مہربانی کر کے اس وقت پر اجلاس میں شرکت کرنے کی کوشش کریں۔

میں حسن اے شیخ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ فلور لے لیں۔ جناب حسن اے شیخ صاحب۔

Mr. Hasan A. Shaikh: Mr. Chairman, a very simple and what most people thought uncontroversial Bill was presented before this House after it had gone through all the stages in the National Assembly and yet some of my friends have said that it was un-natural. I do not know what is a natural Bill. Anything that caters to a need of the time, anything that the government considers necessary, the government or any other member of this House has a right to present a Bill to the House. There is nothing natural or un-natural about it that epithet appears to be fully wrong. There is no basis for it. Then it is said that it is against all conventions that the government is rushing through the Bill. There is no such convention that I know that a simple Bill is presented to the House, it should not go through immediately after it is presented. Of course, the government from the very beginning has taken up this stand that no member whether of the opposition or of the government side will be stopped if he wants to speak on the subject. There is going to be no hinderance or obstacle in the way of the people who want to present their views before this House. The correct position is that an honourable member who had started a debate, he is not present today. Probably he has gone away. He wanted anyhow to speak yesterday and therefore, this is a very unfortunate thing, members make speeches here, they do not stay to understand the reaction of other honourable members. He should have stayed today to find out what is the reaction to his own speech. This is a very deplorable state of affairs with some of our honourable members who make the speeches and then they do not care to stay to understand the reaction of their speeches.

Sir, technically he said, it is also not a correct Bill. This Bill purports to amend Article 54 and Article 61, if you see Sir, proviso to sub-article 2 of Article 54, it says;

> "provided that the National Assembly shall meet for not less than one hundred and (sixty) working days in each year."

There is a bracket, bracket at portion of sixty has been indicated in the foot note stating substituted by a Presidential Order No. 14 of 1985, therefore, the Presidential order No. 14 of 1985 substituted this word sixty for previous provision and therefore, when the question of amendment of this proviso comes, it is only this word sixty that will be substituted by the word thirty or any other number, anybody, any

[Mr. Hasan A. Shaikh]

member, or the Government wants to substitute that. Therefore, technically, it is perfectly correct that word which was substituted by P.O. Order No. 14 is now being substituted by word thirty. Then you see Sir, in Article 61.

Article 61 needs provisions of Clauses (2) to (7) of Article 53, Clauses (2) and (3) of Article 54 and Article 55 shall apply to the Senate as they apply to the National Assembly and, in their application to the Senate, shall have the effect as if references therein to the National Assembly, Speaker and Deputy Speaker were references, respectively, to the Senate, Chairman and Deputy Chairman and as if the proviso to the said clause (2) of Article 54 for words and here you see Sir, in bracket the words are [2][one hundred and sixty] the word ninety were substituted. Now, this word [2][One hundred sixty] in the foot note says; [2]Substituted by P.O. Order No. 24 of 1985 Article 2. Therefore, the original amendment was also made only by the Presidential Order No. 24 and it is correctly in the present amendment the words shown are one hundred thirty for the word one hundred sixty. Technically also there is no basis a statement that this is not a correct, technically correct Bill or from the point of view of drafting there is any mistake or there is any error or it is wrong. Unfortunately Sir, I do not think the members who criticise it from the technical point of view had either consulted the Draftsmen or had the advantage of studying it deeply to find out why these two amendments, although relating to a same subject, were separately specified in this amending Bill. When the question arises as to whether there should be 160 days or 130 days besides this argument that 130 days is to reverting back to the original position of 1973 Constitution, you may see Sir, that a year consists of 365 days, Firday is a holiday, Saturday also is not working day in the Central Government, so, if you Sir, calculate these two, 52 plus 52 that comes to 104 plus 34 days as are shown as holidays in the list of holidays issued by the Gentral Government including optional holidays, there are 24 regular holidays and 10 optional holidays, that brings a total of 130 days and if you deduct it from 365, only 227 days remain and out of 227, 130 is proportionately a much big number. Of course, it is not suggested by the government or by the mover of the amending Bill that this is the maximum that the National Assembly can not sit longer than this period. It is said that this is the minimum. Now if the minimum is

specified it does not stand in the way of the National Assembly to sit longer. If the work demands the longer sittings can be arranged. It is said that the Assembly did not sit for longer hours. That again must be attributed to the position that existed as far as working condition was concerned. There was no point in sitting longer if there was no work available and when it is said that the government does not bring substantial Bills for the purpose of consideration of the Parliament I do not think anybody stops the private members from bringing the Bills if they so desire. The Government will go according to its requirements and if the requirements do not indicate more legislation well it is for them to decide, it is not for us. But we will still suggest to the government that they should examine the legislation in Pakistan. They should see the Pakistan Penal Code, examine it and find out which of these enactments require legislative amendments or if because of the requirements of the modern age because of the fast changing circumstances of Pakistan, there is necessity of further legislation, they should bring it. But a most important aspect of this amendment is that it does not try to curtail the working hours or working days of the Senate. Working days of the Senate remain where they are, 90, and the National Assembly by overwhelming majority, by more than two-third of majority has passed the Bill. In their wisdom they thought it was a necessary Bill, I do not understand how we take upon oursleves the odium of saying that although the National Assembly has passed this Bill yet it is not in their interest as we consider this not in their interest.

Sir, my submission is that after the Bill has gone through all the stages in the National Assembly, I do not say this Senate is not qualified, certainly Senate has the right to go through it but it is not for the Senate to decide how-long the National Assembly should sit. There is no indication that the government has, as of today or for the foreseeable future, thought of reducing the number of days for the sitting of the Senate. Therefore, clearly the time we are taking for the purpose of finalising this particular Constitutional amendment is the time which is not in the interest of the Senate to take. The National Assembly have already decided it by overwhelming majority and we accept their wisdom. That House is wide enough, that House is strong enough to determine what it needs ?

An argument has been made that in certain countries the number of working days has been larger. I do not know whether in

[Mr. Hasan A. Shaikh]

those countries what type of legislation has taken place ? Some of the countries, namely, socialist countries, I happened Sir, to be present in a socialist country where 42 members of Polet Bureau were elected, I was present there at that time and what happened was—the Vice Chairman stood up, gave a list of 42 members of the Polet Bureau and sat down. The Chairman got up and said, "do you agree" ? Everybody said, "I agree" and within almost 5 minutes the entire exercise was over. I do not know whether in that fashon some socialist countries have sat for a period longer than the period we sit. What type of legislation they have done ? But I am personally a witness to the fact that what in Pakistan should have taken at least 3 or 4 days was passed absolutely within 5 minutes. We should really not go by these analogies. Every country knows its own needs, its own requirements and acts accordingly. We are not here to follow because it is being done in some countries.

In the British House of Commons, there is a recess for about 3 months. True it is that the British House of Commons sits longer. But we have also to understand that in the British House of Commons all the members are not necessarily present. It is only when the division takes place that the members try to come and remain present, otherwise not even a number requisite for quorum is present in the House. In fact when the meeting of the House of Commons begins sometimes they are not more than 5 or 6 people and even upto the time, the Prime Minister's question comes that is usually 45th question, there are hardly about 30 or 35 people present, not even of quorum which is 40. So that everybody does his own work attends to his personal work and then comes to attend the meeting of the House of Commons. Here, if a person comes he has to do nothing else but to look after the House. If he does so then all the other work which he wants to do is not possible. England is a small country and most members are from England. Ireish members do not come there. In Scotland and England, only those people come who can motor down to their own countees at any time they like. Therefore, to equate us with them when we do not follow their conventions is not justified. We insist upon raising the questions of quorum. I know that the other day one honourable member raised a question of quorum and found that a number was to the requisite and soon he walked out himself so that the number should be reduced. Now this is never done in the House of Commons. In fact, to my knowledge in the British House of Commons if a member

deliberately reduces the quorum by going out it is a question of the privilege of the House and he is to be chastised for that purpose. Therefore, what we are really doing ? We are really insisting upon at least the number of members requisite for quorum. Everybody to remain present and if that sort of discipline we expect that everybody will leave everything else and remain in the House for more than 130 days, then there is nothing wrong, if there is a work they should sit for more than 130 days. I suppose the Senate does not sit for more than 90days, because there is no Budget Session in the Senate. Therefore, the time required for Budget purposes—for consideration of Budget is probably reduced in our case.

Then Sir, a question was raised. if this is going to be the provision for the purpose of fulfilling the requirements of 1973 Constitution then why were other provisions not amended ? Now if any honourable member thinks any provision should be abondoned it is open to him to bring an amending Bill. He has not done that. He has not shown his anxiety to amend the Constitution. The Constitution is a very important document. They said this Constitution should be changed ; a large number of changes should be brought about in the Constitution. This is not a Constituent Assembly. This is the Parliament which deals with the normal legislative work. The Constituent Assembly is exclusively devoted to Constitution-making. Our Constitution was made after several years. Even Indian Constitution, took about 5 years before the Constitution was finalised. Therefore, to suggest that large amendments should be made in the Constitution to be brought about for the purposes of the ideas of the honourable members who criticise that no amendments should be brought other than this small one. They had the opportunity to do it themselves. Then I think Sir, you cannot have it both ways. If you say that we want Constitution to be on the lines of what was there in 1973 Constitution, then you cannot say this is...........although you have brought it because you have not brought any other provision, therefore, we reject it or we oppose it. It comes to this. This is opposition for the sake of opposition. I am very happy to note that at least two of the members of the known opposition side have agreed with the present amending Bills. They have supported it. Of course I know that there is one party consisting of three members in this House, all the three have spoken against this Bill and they are probably going to oppose it but we do not want to say anything about them. Why did

[Mr. Hasan A. Shaikh]

they not say all these things when people in Pakistan were calling them a 'B' team of certain people. If they were the 'B' team of Martial Law's regime then they should have said, "we do not want this provision, this should not have come". They did not say that at that time. Now when the present government is trying to remove some of the lacunas, they are saying, no this should not have been there, from the very beginning it should not have been there. I think this is a very salutary Bill, it will help proper type of legislation in this country, it will help members to know how much time they will have to spend because no member can merely live on the membership of this House. He will have to exist on his own by endeavouring to find out means of livelihood, all this will be facilitated.

There was one objection that calendar of meeting is not prepared annually. I think passing of this Bill will help the government to prepare calendar of meeting for the next year. Unless this was passed and passed expeditiously because 23rd of March is not far away, the government would not have been able to prepare calendar of meetings. For these reasons Sir, I strongly support the Bill, I strongly urge upon this House to pass it with a large majority consistent with the majority shown by the National Assembly.

Mr. Chairman: Thank you very much. Sahabzada Ilyas Sahib.

صاحبزادہ الیاس : جناب چیئرمین ! آج اس ایوان میں دسویں آئین کے ترمیمی بل پر غور ہو رہا ہے۔ دونوں طرف سے کافی تقاریر ہوئیں اور یہ خوشی کی بات ہے کہ اتفاقِ رائے اس حق میں ہے کہ نیشنل اسمبلی اپنے کام کاج کو اور اس کے لئے کتنے دنوں کی ضرورت ہے، زیادہ اچھا سمجھتی ہے بہ نسبت اس ایوان کے، اس لئے ان کی کثرتِ رائے سے اتفاق کرنا اس ایوان کے وقار میں ہے، یہاں میرے دوستوں نے اپنی تقاریر میں اس حکومت کی جہاں تعریف کی ہے وہاں کچھ ایسی باتیں بھی کہی ہیں کہ جس کے لئے جواب تو نہیں، ان کی اطلاع کے لئے، یاددہانی کے لئے عرض کروں گا۔ جہاں انہوں نے موجودہ گورنمنٹ اور وزیراعظم کی تعریف کی کہ ان کی کوششوں سے اور دونوں ایوانوں کو اپنے ساتھ ساتھ لے کر چلنے سے مارشل لاء کا ازالہ ہوا، جمہوریت کا آغاز ہوا اور کئی سال کی جو آزادیاں سلب تھیں، وہ بحال ہوئیں وہاں انہوں

نے اس بات کو ذرا کچھ محسوس کیا کہ وہ نامزد وزیراعظم ہیں، نامزد اور مجوزہ وزیراعظم ہیں، میں زیادہ فرق نہیں سمجھتا، آخر کسی نے کسی کا نام تو تجویز کرنا ہے اور وہ ہستی کہ جس نے آٹھ، ساڑھے آٹھ سال تک اس ملک میں حکمرانی کی، میرے خیال میں اس سے زیادہ موزوں مجوز ہمارے وزیراعظم کی پوزیشن کے لئے دوسرا نہیں ہو سکتا۔

ایک بات جو میں اور عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر کچھ آئین کی ترمیم کے بارے میں ذکر ہو تو اس میں تمام معاملات کو از سر نو پھر اوپن کرنے کا بھی شاید releving سے کچھ تعلق ہو، اگر ہے تو اس صورت میں، میں سینٹ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب آٹھویں آئینی ترمیمی بل پر بحث ہو رہی تھی اس وقت ملک میں کوئی پارٹی حکومت نہیں تھی اور تمام نے نہایت اتفاقِ رائے سے، سکون سے، خوشی سے، محبت سے، اپنے فرائض کے بارے میں اس ایوان میں بڑے پُرزور دلائل دیئے تھے، انہوں نے چھوٹے صوبوں کی محرومیوں اور مایوسیوں کا بڑے زور شور سے ذکر کیا تھا، وفاق کو وحدت کا نشان بنایا تھا۔ اس سینٹ کو وفاق کی مضبوطی اور ملک کی یکجہتی، قومی وحدت کا ترجمان بتایا تھا، لیکن میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ ہمارے اراکین میں سے کن کو توفیق ہوئی کہ کوئی بل ایسا لائے کہ جس سے ان محرومیوں اور مایوسیوں کا ازالہ ہو سکے اگر صرف اختلاف برائے اختلاف ہی اس ایوان کا کام ہے تو پھر کثرتِ رائے اور اتفاقِ رائے ان دونوں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے اور میں سب سے اپیل کروں گا کہ اتفاقِ رائے سے اس بل کو منظور کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ!

جناب چیئرمین: شکریہ! جناب قاضی عبدالمجید صاحب۔

Mr. Abdul Majid Kazi : Mr. Chairman Sir, I am grateful to you for giving me the floor to speak on the 10th Amendment which has been passed by a majority of more than 2/3rd of the National Assembly and has been transmitted to us for our consideration and further action. Sir, this Bill in fact envisages to reduce the number of working days from 160 to 130 in case of National Assembly and there is nothing about the Senate and that remains as it is. In fact this is an attempt to restore the original provisions of the Constitution which are Articles 56 and 61. I would say that if there had been in this Bill any ceiling fixed for the maximum number of days then there was a point of concern.

[Mr. Abdul Majid Kazi]

We can meet for 365 days in a year, there is no bar on that and this amendment also does not put any embargo on this situation. Now as a matter of fact if we see to Article 54 clause (3) of the Constitution it says that if one fourth of the number of membership wants to summon the Assembly it could send a requisition and give it to the Speaker and the Speaker shall be obliged to summon the Assembly within fourteen days. Now, as a matter of fact I would suggest here that the number of quorum is also one-fourth and if three-fourth of the members, they don't want to call the Assembly then of course the Assembly cannot be summoned. So as a matter of fact it is in the hands of the members if they choose to call the Assembly they can do it that is not in the hands of the government alone. The government which has got a majority over three-fourth could also act in this way. So what I feel that this Bill is very simple and it does not place any embargo on the maximum number of days and it does not really curtail the powers of the Assembly and this has been done with the proper wisdom of the members of the National Assembly, we should respect their views. I strongly support this as I don't find any clause of any consequence which could be of any harm to our Constitution. I wholly and fully support this Bill I would only say in the end,

"میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی"

The National Assembly has passed it and we should respect their views. Thank you very much Sir.

جناب چیئرمین: ہم نے قاضی صاحب سے ابھی پوچھنا ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں - جناب فضل آغا صاحب!

انجینئر سید محمد فضل آغا: بسم اللہ الرحمن الرحیم ، شکریہ جناب چیئرمین سر! آپ کو معلوم ہے کہ ٹینتھ امنڈمنٹ بل نیشنل اسمبلی سے پاس ہو کر اس ہاؤس میں آیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ جس پوزیشن میں یہ پاس ہو کر اس ہاؤس میں آیا ہے اس پر مزید ڈیبیٹ کرنے کی گنجائش تو نہیں تھی لیکن چونکہ اس ہاؤس کا حق ہے اور ہر معزز سینیٹر کا حق ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کرے - کیونکہ اوریجنلی نیشنل اسمبلی میں یہ بل آیا تھا اگر اسی شکل میں آتا تو شاید ہم بھی بولتے کہ دو دن چھٹی کے بجائے چار دن کی چھٹی ٹائم کا ضیاع ہے تو نیشنل اسمبلی نے وہ اسی فلور پر نکال دیا - اس کے کورم کی جو بات تھی کہ ۱/۴ کی بجائے ۱/۶ کیا جائے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے پارلیمنٹ اسمبلی کے حضرات کارروائی میں دلچسپی نہ لینے کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں لیکن نیشنل اسمبلی کے فلور پر انہوں نے وہ شرط بھی نکال دی ہے اب بات صرف یہ رہ گئی ہے کہ ان کے ورکنگ ڈیز ۱۶۰ دن سے ۱۳۰ کم سے کم کر دیئے ہیں اور اس پر کوئی

پابندی نہیں ہے کہ اگر اس ہاؤس میں کام ہو، پارلیمنٹ میں کام ہو تو وہ ۲۰۰ دن بھی بیٹھ سکتے ہیں ۲۵۰ دن بھی بیٹھ سکتے ہیں اس میں کوئی پابندی نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا جیسے کہ صبح ڈاکٹر محبوب الحق صاحب نے اور پروفیسر خورشید صاحب نے بھی بل سے agree کرتے ہوئے اپنی تقریروں میں فرمایا تھا کہ واقعی مجھے بھی یہ احساس ہے کہ دو سال سے ہم اس پارلیمنٹ میں کام کر رہے ہیں لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ ہماری پارلیمنٹ کی کارروائی ابھی ہماری نیشن کی توقعات پر پوری نہیں ہے۔ اسپیشلی دو سال سے سٹینڈنگ کمیٹیز جو ہیں انہوں نے کوئی خاطر خواہ کام کیا ہے اور سٹینڈنگ کمیٹی ہی ہوتی ہے جو ہاؤس کے لئے بزنس فراہم کرتی ہے اور وہ بزنس پیدا کرتی ہے لیکن اب کیا وجہ ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیز میں کوئی کام نہیں ہوا نہ لیجسلیشن کا بزنس ہوا ہے نہ کوئی اور بزنس ہوا ہے میں آپ کے ذریعے یہ تجویز کروں گا کہ گورنمنٹ کو ہدایت کی جائے کہ سٹینڈنگ کمیٹیز کو ذمہ دار بنایا جائے پابند بنایا جائے جو ان کا بزنس ہے وہ ٹوٹل بیوروکریسی کے ہاتھ میں نہیں رہنا چاہیئے وہ ممبروں کے حوالے کرنا چاہیئے اور سٹینڈنگ کمیٹی پوری طرح اپنی ذمہ داری ادا کرے اور وہ سٹینڈنگ کمیٹیز جب فل سوئنگ میں کام کریں گی تو actually ہاؤس کے لئے بزنس پیدا ہوگا اور ہاؤس کے بیٹھنے کی یہاں گنجائش بھی ہوگی اور کوئی جواز بھی ہوگا۔

اس بل میں معمولی سی تبدیلیاں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے اس بل پر ابھی بھی بہت زیادہ ٹائم لیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ نیشنل اسمبلی نے جیسے پاس کیا ہے یہ ان کے انٹرسٹ کا بل ہے۔ نہیں، یہ اپر ہاؤس ہے ہمیں ہر بات میں حصہ لینے کا پورا حق ہے اور ہمیں ہر بات پر بحث کرنے کا پورا حق ہے میں نہیں سمجھتا کہ سینٹ کو کسی طرح بھی اس حق سے محروم کیا جا سکتا ہے چونکہ یہ ان کے انٹرسٹ کی بات ہے اور انہوں نے اپنے لیئے یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ یہ پوری نیشن کی عزت کی بات ہے آج یہ اسمبلی ہے یہ ممبر ہیں کل جب الیکشن ہوں گے اور نئی اسمبلی آئے گی لیکن یہ ایک آئینی ترمیم ہے اس پر سینٹ کو بھی اتنا ہی حق پہنچتا ہے اور اتنا ہی اختیار ہے جیسے نیشنل اسمبلی کو پورا اختیار ہے اور ہمیں بھی حق ہے کہ ہم ہر بل کو اچھی طرح دیکھیں، پرکھیں اور ملک کے لئے ہم فیصلہ کر سکیں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا مناسب نہیں ہے چونکہ نواں ترمیمی بل ہم نے یہاں سے پاس کر کے نیشنل اسمبلی میں بھیج دیا تھا اور انہوں نے کچھ امنڈمنٹ کے ساتھ ہمیں واپس بھیجا ہے لہذا وہی بدلہ لینے کے لئے ہم بھی اس بل کے ساتھ ایسا کریں۔ میں سمجھتا ہوں یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ سر! اس بل پر زیادہ بولنے اور زیادہ بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

[Eng. Syed Muhammad Fazal Agha]

سر ! آخر میں بھی ایک میری یہ درخواست ہوگی کہ آپ اس معاملے میں گورنمنٹ کو تاکید کریں کہ سٹینڈنگ کمیٹیز کو اپنے بزنس کے لیئے ذمہ دار بنائے صرف یہ ایک واحد طریقہ ہے جس سے ہم اپنے اس ہاؤس کی کارروائی improve کر سکتے ہیں اور ہم پارلیمنٹ کی کارروائی imporve کر سکتے ہیں اور ہم گورنمنٹ کی کارروائی پر اچھی طرح چیک رکھ سکتے ہیں اور یہ واحد طریقہ ہے جس سے گورنمنٹ کے بزنس میں عوامی نمائندوں کی شرکت ہوگی آخر میں، میں ایک دفعہ پھر سینٹ کے ممبران سے عرض کروں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاؤس میں جتنے بھی بھائی بیٹھے ہیں انہوں نے کبھی ہمارے ساتھ اپوزیشن کا طریقہ اختیار نہیں کیا - اختلاف رائے کا حق ضرور رکھتے ہیں اور اختلاف رائے کا حق ہر آدمی کو ملنا چاہیئے لیکن ہمارے ہاؤس میں جتنے بھی بھائی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اب تک ہم بھائیوں کی طرح چلے آ رہے ہیں اور اس بل پر بھی میں توقع رکھتا ہوں کہ ان کے پوائنٹ کو اکاموڈیٹ کر کے جو انہوں نے اوور آل کارروائی کے متعلق کی ہے اور ہاؤس کے تمام ممبران سے امید رکھتا ہوں کہ اس ہاؤس میں جلد سے جلد یہ بل پاس کر دیں تاکہ ہم واقعی اس ہاؤس کے لیئے کوئی بزنس فراہم کر سکیں - شکریہ -

جناب چیئرمین : شکریہ ! جناب قاضی حسین احمد صاحب -

قاضی حسین احمد : بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب چیئرمین ! اس آئینی ترمیم پر سب بڑا بنیادی اعتراض مجھے یہی ہے کہ یہ ایک بے معنی اور غیر اہم ترمیم ہے اور میں پوری دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ بہت غور کرنے کے باوجود میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا کہ وہ کونسی urgency تھی اور وہ کونسی ضرورت تھی جس کی وجہ سے دسویں آئینی ترمیمی بل کی حیثیت سے ایک اس قسم کی trivial یعنی معمولی چیز کو لایا گیا وہ حکومت کی کونسی مصلحت تھی - ہمارے دوست مولانا کوثر نیازی نے بہت کھینچ تان کر اس میں کوئی معنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومتی پارٹی کے جتنے بھی ممبران ہیں وہ سب وہ کام نہ کر سکے جو ان کی مدد کے لیئے مولانا کوثر نیازی صاحب ایک نکتہ لے کر آئے ہیں اصل میں تو پرائم منسٹر یو-کے- کے دورے پر جا رہے تھے اور اپنے دورے سے پہلے اپنی میجارٹی ثابت کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیئے انہوں نے اس طرح کی کسی چیز کو ذریعہ بنایا میں سمجھتا ہوں کہ دستور میں ترمیم کو اور غیر ضروری ترمیم کو اس کا ذریعہ بنانا کہ وہ اپنی میجارٹی اور اپنی اکثریت ثابت کر سکیں یہ بھی دستور کی توہین ہے -

جناب چیئرمین ! آٹھویں ترمیمی بل میں جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ نامناسب طریقہ کار تھا۔ جبر کے ذریعے سے آٹھویں ترمیمی بل کو پاس کرایا گیا۔ نویں ترمیمی بل کے بارے میں جو وعدہ کیا گیا تھا اور جس میں پرائم منسٹر نے یہاں مبارک باد قبول کی اور ساری قوم کے سامنے اسے اپنے ایک بہت عظیم کارنامے کے طور پر پیش کیا اس کا جو حشر ہوا ہے اور جس طریقے سے اس کو شیلف کر دیا گیا ہے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ دسویں ترمیمی بل جس کی ہمیں نوید سنائی گئی تھی۔ جس کی بشارت دی گئی تھی۔ اس دسویں ترمیمی بل کے ذریعے سے آئینی تضادات کو دور کر دیا جائے گا مارشل لار کے دور میں جن لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں ہوا اور قانون کے تقاضے پورے نہیں کیے گئے ان کے ساتھ قانون کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اس پر نظرثانی کی جائے گی اس طرح کے اہم ایشوز کو بالکل پس پشت ڈال کر اور درخور اعتنا نہ سمجھ کر ایک ایسی بات کو ہمارے سامنے لایا گیا ہے جس کے بارے میں ہمارا یہ خیال ہے کہ حکومت اہم ایشوز سے اور اہم معاملات سے توجہ ہٹانے کے لئے چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں کو ذریعہ بناتی ہے اور اس میں ایوان کا وقت ضائع کرا رہی ہے۔ جناب چیئرمین ! اس کے علاوہ بہت سے دوسرے اہم امور موجود تھے۔ دستور میں ترمیم کے لئے بھی لیجسلیشن کے لئے بھی ہمارے پاس کئی بنیادی چیزیں اور موجود تھیں جو کہ اس سے زیادہ اہمیت کی حامل تھیں لیکن ان کے اندر کوئی ترمیم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ ایک دلیل یہ لائی گئی کہ یہ ۱۹۷۳ء کے اصل دستور کی طرف واپسی ہے۔ جناب والا ! اصل دستور ۱۹۷۳ء کا جو بنیادی مسودہ تھا اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں ۱۳۰ دن رکھے گئے تھے لیکن وہ ۱۳۰ دن ورکنگ ڈیز اس میں رکھے گئے تھے۔ ان ۱۳۰ دنوں میں پارلیمنٹ نے اور قومی اسمبلی نے بیٹھنا تھا۔ ورکنگ ڈیز کی جو یہ تعریف کی گئی ہے یہ اس طرح کی تعریف جناب پیپلز پارٹی ہی کر سکتی ہے ورکنگ ڈیز کی ، اور یہ بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے کی گئی اور اس میں یہ کہا گیا تھا کہ

Explanation.—In this clause, "working days" includes any day on which there is a joint sitting and any period, not exceeding two days, for which the National Assembly is adjourned.

پہلے یہ تشریح نہیں تھی۔ یہ دستور کے حاشیے میں دیا ہوا ہے

Explanation added by the Constitution (Fourth Amendment) Act, 1975.

یہ بعد کی ایک اختراع ہے۔ ابتدائی جو دستور کا مسودہ تھا اور جس کے بارے میں تمام سیاسی پارٹیوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اس ابتدائی مسودے کو نافذ کیا جائے اس میں ورکنگ ڈیز کی

[Qazi Hussain Ahmad]

یہ تعریف نہیں تھی اور نہ یہ تعریف کوئی معقول تعریف ہے ۔ ورکنگ ڈے اسی کو کہتے ہیں جس میں کہ پارلیمنٹ میں in session ہو جس میں قومی اسمبلی اور سینٹ بیٹھے ۔

جناب چیئرمین ! اصل بات یہ ہے کہ قومی اسمبلی یا سینٹ کے زیادہ دیر بیٹھنے سے بیوروکریسی کو تکلیف ہوتی ہے ، سوالات ان کے جاتے ہیں ، تحریک التوا کے ذریعے سے ان پر تنقید ہوتی ہے تحریک استحقاق پیش ہوتی ہے ، اس میں احتساب کا عمل جاری رہتا ہے ۔ مجھے جناب محبوب الحق صاحب کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ accountability کا عمل تو عوام کے اندر جاری رہتا ہے ۔ یہ تو ہمیشہ کیلئے جاری رہتا ہے جلسوں کے ذریعے، پریس کے ذریعے اور ہم جب لوگوں سے ملتے ہیں تو اس میں یہ accountability کا پروسیس جاری رہتا ہے جناب چیئرمین ! میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ احتساب کا عمل قومی اسمبلی ، سینٹ اور پارلیمنٹ کی سطح پر واقعی مؤثر انداز میں جاری رہے اور یہاں اس میں کوئی کمزوری واقع نہ ہو تو ملک میں استحکام پیدا ہوتا ہے ۔ لوگوں کے چیخنے چلانے سے پہلے اگر ان کی آواز پارلیمنٹ میں اٹھے تو اس کے نتیجے میں لوگوں کو تسلی اور اطمینان ہوتا ہے کہ ہماری بات کرنے والا کوئی موجود ہے لیکن اگر قومی اسمبلی میں ، سینٹ یا پارلیمنٹ کی سطح پر یہ احتساب کا عمل کمزور پڑ جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں قوم کے اندر بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے اور وہاں accountability اور احتساب کا عمل شروع ہو جاتا ہے جس سے لوگ مجبور ہو کر سڑکوں پر نکلتے ہیں جلوس نکالتے ہیں ، اور جب پریس سے اور پرامن مظاہروں سے کوئی کام نہیں چلتا تو پھر شیشے توڑتے ہیں تخریب کاری کرتے ہیں ، اگر ان کے دکھوں اور مشکلات کا احساس ہوتا اور پارلیمنٹ کی سطح پر اس بات کا مناسب موقع دیا جاتا کہ ان کے حق میں آواز اٹھائی جائے تو اس کے نتیجے میں وہ چیزیں جو عدم استحکام کی طرف لے جانے والی ہیں اور جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ پروسیس تو جاری رہتا ہے ، لیکن وہ تشدد اور تلخی نہیں آتی ، تلخی اس میں تب ہی آتی ہے ۔ جب کہ اس کی آواز اس طریقے سے پارلیمنٹ یا سینٹ میں نہ اٹھے ، جس طریقے اٹھانے کا حق ہے ۔

جناب والا ! میں سمجھتا ہوں کہ جتنے دن ہم بیٹھے ہیں ۔ ہم نے یہاں کارروائی کا حق ادا نہیں کیا ۔ کتنے مسودے قانون کے ہم نے یہاں پاس کئے ہیں وہ ہم کو معلوم ہیں چھوٹی چھوٹی چیزیں یہاں حکومت کی طرف سے لائی گئی ہیں کہ یہاں کاما ڈالنا ہے یا یہاں لفظ بڑھانا ہے کوئی بنیادی کام قانون سازی کا ہم اس موجودہ عرصے میں نہیں کر سکے ہیں ۔ اسی طرح جناب والا ! آپ کو یہ اچھی

طرح معلوم ہے کہ کتنی تحاریک التوا جو ایڈمٹ ہو جاتی ہیں آپ کو واپس کرنا پڑتی ہیں کیونکہ سیشن گزر جاتا ہے اور ان کی turn نہیں آتی۔ کتنے ایسے سوالات ہیں جن پر ایوان میں بحث نہیں ہو سکتی اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں پہ وقت نہیں ہے۔ جن دنوں میں ہم بیٹھتے بھی ہیں تو ہم دن میں آٹھ گھنٹے بیٹھ سکتے ہیں لیکن ہم دو تین گھنٹے بیٹھتے ہیں وہ بھی لیٹ آتے ہیں، پہلے اٹھتے ہیں، کورم ٹوٹ جاتا ہے دوسرے کاموں کا ایک بہانہ بنایا جاتا ہے جس کے ذریعے سے یہاں جتنا بھی کام ہے متاثر ہو جاتا ہے۔ ان تحاریک التوا کو، ان سوالات کو، یہ جو قانون سازی ہمارے سامنے پڑی ہوئی ہے ان کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کم کرنے کی بجائے اوقات بڑھا دیں۔

جناب والا! ماضی میں مسلم لیگ کی ناکامی کی بنیادی وجہ یہی رہی ہے کہ انہوں نے عوام کے ساتھ تعلق جوڑنے کے بجائے بیوروکریسی کا خیال کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ مسلم لیگ نے اپنے ماضی سے سبق نہیں سیکھا۔ یہی مسلم لیگ کی ناکامی تھی اور بالآخر بیوروکریسی نے اسے اپنے ہاتھ میں کر لیا اور فوج کو بھی اپنے ہاتھ میں کر لیا۔ اسی اپنی تاریخ کو پھر مسلم لیگ دہرا رہی ہے اور وہ پھر بیوروکریسی کے لئے افسر شاہی کے لئے، نوکر شاہی کے لئے وہ سہولتیں پیدا کر رہی ہے اور ان کی مشکلات اور تکالیف کا خیال رکھ رہی ہے۔

Mr. Chairman: May I request that movement in the House should be restricted to what is absolutely essential. Please go ahead.

قاضی حسین احمد: جناب والا پھر دیکھئے کہ کتنے اصل دن ہیں جن میں ہم بیٹھتے ہیں۔ اگر آپ حساب لگائیں تو ۱۶۰ دن کی اگر یہ موجودہ شق رہنے دی جائے تو ہفتے میں تین دن بیٹھنے ضروری ہیں۔ دو دن کا وقفہ بھی اگر شامل کر لیا جائے یعنی ایک دن آپ بیٹھیں اور دو دن کا آپ وقفہ کریں پھر ایک دن بیٹھیں پھر دو دن کا وقفہ کریں تو ہفتہ ختم ہو جاتا ہے، ہفتے میں تین دن سے زیادہ بیٹھنا نہیں پڑتا۔ اس حساب سے سال میں ہمیں زیادہ سے زیادہ ۶۹ دن، کام ہوتا ہے۔ اگر اس کو ۱۳۰ دن کر دیا جائے تو اس حساب سے حقیقی دن ۵۷ ورکنگ ڈیز بنتے ہیں۔ ۵۷ ورکنگ ڈیز کے لئے اتنی مراعات اور اتنا زیادہ خرچہ کرنا اور اتنی ان کو اہمیت دینا یہ میرے خیال میں نامناسب ہے۔ ۶۹ دن بھی کم ہیں حقیقت میں یہ ۱۶۰ دن نہیں ہیں اگر اس کا حساب لگایا جائے۔

پھر جناب والا! اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں یہ ہمارے ایجنڈے پر ایک دفعہ آئی

[Qazi Hussain Ahmad]

تھیں ان پر ہم نے بحث بھی شروع کی تھی اور ابھی تک ان کی ایک رپورٹ پر ہم بحث مکمل کر چکے ہیں اور ان کی سالہا سال کی رپورٹوں کے جو مسودے ہیں' وہ pending پڑے ہیں ان کے لئے ہمارے پاس کوئی وقت نہیں ہے - اور یہ اتنا اہم کام ہے کہ جس کی طرف سارا ملک ساری قوم گوش برآواز ہے کہ اس میں ہماری پارلیمنٹ کیا رویہ اختیار کرتی ہے - اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں کے ساتھ کیا کرتی ہے - انہی رپورٹوں میں یہ درج ہے کہ اسلامی قوانین کی تدوین کا کام جب شروع کر دیا گیا اور اسلامی قانون نمبر ایک سے لے کر اسلامی قانون نمبر ۳۷ تک یہ معاملہ پہنچا تو وزارت قانون سے ایک آرڈر آیا ایک چٹھی آئی کہ یہ آپ حدود سے تجاوز کر رہے ہیں - ایک طرف ہمیں کہا جا رہا ہے کہ مدون شکل میں اسلامی قانون موجود نہیں ہے اور دوسری طرف حکومت نے اپنے ایک ادارہ کو منع کر دیا کہ تم اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہو - تم اس میں تدوین کا کام مت کرو - اب وہ تمام قوانین موجود ہیں - نظریاتی کونسل کی رپورٹیں موجود ہیں - شریعت بل، جس پر پورے ملک میں ایک بے چینی پائی جاتی ہے ایک ہیجان کی کیفیت ہے - اس کے ساتھ ہمارا رویہ یہ ہے کہ دو سال سے مسلسل وہ مؤخر ہوتا چلا آ رہا ہے - اس پوری صورت حال کو سامنے رکھ کر آپ فرمایئے کہ کیا یہ دن زیادہ کرنے کا وقت ہے کہ ہم پارلیمنٹ اور اسمبلی کی معیاد میں توسیع کر دیں یا یہ کم کرنے کی وجوہات ہیں -

جناب والا ! قصاص اور دیت کے قانون کے بارے میں پوری قوم جاننا چاہتی ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے - کیونکہ حکومت اس لیجسلیشن کو سامنے نہیں لا رہی ہے ایسے سینکڑوں لوگ موجود ہیں جن کے قتل کے سلسلے میں راضی نامے ہو چکے ہیں - قرآن اور اسلامی قانون ان کو اجازت دیتا ہے ، راضی نامہ اور دیت پر آپس میں تصفیہ کرنے کی - اس طریقے سے آپس کی دشمنیاں ختم ہو سکتی ہیں - وہ درخواستیں لے کر آتے ہیں کہ ہمارا راضی نامہ ہو چکا ہے - قصاص اور دیت کے بارے میں حکومت کے پاس مسودہ موجود ہے - بار بار ہم پوچھتے ہیں اور وزیر قانون صاحب بھی اپنی لا علمی کا اظہار کرتے ہیں اور سابق وزیر قانون بھی کہتے ہیں کہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے - حالانکہ پوری قوم کے سامنے یہ ہے اور پریس میں بھی یہ بات آ چکی ہے - اس طرح کی اہم چیزیں اور اس طرح کی اہم قانون سازی اس وقت ملک میں پینڈنگ ہے - لوگ اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے - لیکن اس کے باوجود اس طرف توجہ دینے کی بجائے ہمیں مسلسل یہ کہا جا رہا ہے کہ بہت زیادہ وقت تک بیٹھنا غیر ضروری

ہے کیونکہ لوگوں کو اپنے حلقہ انتخاب میں جا کر کام کرنا ہوتا ہے اور لوگوں کی دوسری ضروریات بھی ہیں اور انہیں دوسری جگہوں پر بھی اہم کام کرنے ہوتے ہیں۔ میں جناب حسن اے شیخ صاحب سے اتفاق کرتا ہوں۔ اسمبلی کے سیشن کے دوران بھی یہ کام ہو سکتے ہیں۔ آپ اپنی کانسٹیچیوئنسیز میں جا کر واپس آ سکتے ہیں۔ آپ اپنے حلقہ انتخاب کے مسائل کی طرف یہاں بیٹھ کر بھی توجہ دے سکتے ہیں۔ آپ اپنے حلقہ انتخاب کے بارے میں یہاں بات کر سکتے ہیں۔ پھر وزراء کی جو مصروفیت ہے۔ سب سے بڑی خرابی ہمارے ملک میں یہی ہے۔ بجائے اس کے کہ پارلیمنٹ soverign ہو، یہ قومی اسمبلی اور سینٹ حکومت کریں، یہ افسر حکومت کرتے ہیں اگر سینٹ اور قومی اسمبلی کی حکومت ہو تو ساری توجہات کا مرکز یہ ایوان بنیں گے پھر ان ایوانوں کے مسلسل بیٹھنے کی اہمیت بھی لوگوں پر واضح ہو گی۔ لیکن اصل ذہن تو یہی ہے کہ حکمران تو دوسرے ہیں فیصلے تو کہیں اور کیے جاتے ہیں۔ اور آرڈرز تو کسی اور جگہ سے ہو رہے ہیں۔ اگر ان ایوانوں کی اہمیت ہوتی تو جس طرح برٹش ہاؤس آف کامنز مسلسل سیشن میں رہتا ہے لوگوں کو ایک تسلی ہوتی ہے لوگوں کو اعتماد ہوتا ہے کہ ہمارے نمائندے موجود ہیں۔ ہمارے لوگ موجود ہیں۔ ہماری آواز موجود ہے۔ اور وہاں سے پورے ملک میں حکومت کی جاتی ہے۔ افسر شاہی نوکر شاہی سے منتخب اداروں کی طرف اختیارات منتقل کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ ایوانوں پر زیادہ توجہ دی جائے اور یہیں پر اصل فیصلے ہوں۔ یہاں پر جو آواز اٹھے جس چیز کی نشاندہی ہو فوری طور پر اس پر عمل درآمد ہو اور یہاں سے جس بات پر فیصلہ ہو جائے اس پر فوری طور پر کام کیا جائے۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ ان کو کتنی اہمیت دی جاتی ہے۔ یہاں قرار دادیں پاس ہوتی ہیں اور پھر ہر سیشن میں یہاں تحاریک استحقاق پیش ہوتی ہیں کہ فلاں مسئلے پر ہم نے قرار داد پاس کی تھی۔ متفقہ طور پر پاس کی تھی لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ یہاں پر وزراء وعدہ کرتے ہیں فلور آف دی ہاؤس پر اور اس کے بعد پھر اس وعدے کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، اس پر تحریک استحقاق پیش ہوتی ہے اس کے بعد پھر اس کے لئے جواز فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایوان کی کارروائی کو وہ اہمیت نہیں دی جا رہی ہے، جس اہمیت کی یہ مستحق ہے۔ میرے ایک دوست نے بالکل غیر ضروری طور پر اس میں یہ مسئلہ اٹھا دیا کہ فلاں پارٹی مارشل لار کی بی ٹیم تھی اور فلاں پارٹی کے یہاں پر تین ممبر ہیں۔ جناب والا! تین ممبر کا ہونا کوئی عار نہیں ہے، ایک کا ہونا بھی عار نہیں ہے اگر وہ حق پر ثابت قدم رہے۔ اگر وہ حق

[Qazi Hussain Ahmad]

بات کہے، اگر وہ اپنے ضمیر کے مطابق بات کرے۔ اگر وہ چڑھتے سورج کا پجاری نہ بنے۔ اگر وہ ایک brute اکثریت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دے اور وہ اپنی بات پر اڑ جائے، میں کہتا ہوں وہ ایک آدمی بھی اس پورے اجتماع پر بھاری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کون "اے" ٹیم تھا اور کون 'بی' ٹیم تھا۔ وہ تو اسی سے ظاہر ہے کہ اصل ٹیم نے اقتدار کن لوگوں کے سپرد کر دیا، کن لوگوں کی طرف اقتدار منتقل کر دیا۔ کس کو انہوں نے چنا۔ کس کو انہوں نے منتخب کیا اور چڑھتے سورج کے پجاریوں کو کس کا ساتھ دینے کے لئے کہا اور اب بھی کون 'اے' ٹیم بنا ہوا ہے اور کون حکومت کر رہا ہے۔ ہم نے مارشل لاء سے اس ملک کو نجات دلانے کا ایک راستہ اختیار کیا۔ ہم نے مارشل لاء کے بند گنبد سے اس قوم کو نکالا۔ اس کے لئے ہم نے قربانیاں دیں۔ اس کے لئے لوگوں کے الزامات بھی قبول کیے۔ لیکن آج اگر یہ قوم آزادی کی اس فضا میں سانس لے رہی ہے، یہاں سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی اجازت ہے، تو اس میں دوسرے لوگوں کا بھی دخل ہو سکتا ہے لیکن اس میں بہت بڑا دخل ہمارا ہے۔ ہم نے اس کے لئے اس راستے کو پسند کیا، اس راستے کو اختیار کیا جو راستہ ہمیں مل رہا تھا۔ جو راستہ موجود تھا۔ اگر ہم موجود راستے سے انکار کر دیتے تو یہ ملک مارشل لاء در مارشل لاء کا شکار ہوتا۔ ہم نے ایک راستہ اختیار کیا ہے، اپنے ضمیر کی آواز پر۔ ہم نے اس کے لئے کوئی مفاد حاصل نہیں کیا۔ ہم نے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہی ہے اور ہم نے ایک ایسے راستے کو اختیار کیا ہے جس میں ہمارے خیال کے مطابق، ہمارے ضمیر کے مطابق ہم مارشل لاء سے نجات حاصل کر سکتے تھے۔

جناب والا! تحاریک التوا کے بارے میں، میں ایک اور بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ اتنی تحاریک التوا آپ reject کر دیتے ہیں اور اس بنیاد پر کہ یہ continued matter ہے۔ یہ کوئی فوری اہمیت کا اور single occurrence نہیں ہے بلکہ ایک continued matter ہے۔ تحریک التوا میں continued matter کو ذریعہ یا موضوع نہیں بنایا جاتا کہ continued matter پر تو ایوان کو ویسے بھی وقت ملتا رہتا ہے بات کرنے کا۔ لیکن ہمارے اس ایوان میں ایسے کتنے continued matter ہیں جن پر ہمیں وقت نہیں مل سکا ہے۔ جن پر بات کرنے کا کوئی وقت نہیں ہے اور اس کے لئے تحریک التوا کو ذریعہ بنانا پڑتا ہے۔ اور پھر آپ اس تحریک التوا کو مسترد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس کے لئے ہمارے پاس وقت ہونا

چاہیئے۔ اس کی بنیادی اور بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے بارے میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ یہ مسائلستان ہے۔ کوئی قاعدہ یا ضابطہ تو یہاں ہے نہیں۔ کسی ضابطے اور قاعدے کے مطابق اس ملک کو نہیں چلایا جا رہا۔ سفارش اور رشوت کی بنیاد پر یہ ملک چل رہا ہے۔ سفارش اور رشوت کی وجہ سے آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ اگر اس پارلیمنٹ کو اہمیت دی جائے گی۔ اس پارلیمنٹ کے ذریعے کام کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اس کو وقت ملے گا کہ یہ زیادہ سے زیادہ وقت تک ملک کے اہم مسائل پر بات کرے اور پھر اہم قوانین کی طرف توجہ دی جائے گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے جن جن امور کے بارے میں متوجہ کیا ہے ان کے بارے میں قانون سازی کی جائے گی۔ جن قوانین کا انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ یہ قوانین بنا دیئے جائیں، ان قوانین کو اولیت دی جائے۔ جس دستوری ترمیم کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ دستور میں یہ ترمیم کی جائے۔ اس دستوری ترمیم کو ترجیح دی جائے تو اس کے بعد ہی ہمارا ملک کسی ڈگر پر چل سکتا ہے۔ کسی راستے پر چل سکتا ہے۔ لیکن اگر اس طرح ایڈھاک بیسز پر ملک کو چلانا ہو تو یہ درست نہیں ہے۔ اب یہاں اس دسویں ترمیم کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ اب یہ ترمیم "آئین میں دسواں ترمیمی بل" کے بھاری بھرکم عنوان کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ جس کی کوئی اہمیت سرے سے ہی نہیں ہے۔ ہم اسی وجہ سے اس کی مخالفت کرتے ہیں کہ یہ بالکل ہی ایک بے بنیاد اور غیر ضروری چیز ہے۔ جس سے پارلیمنٹ کا وقت ضائع ہوتا ہے اور اہم معاملات جو ہیں ان کو پس پشت ڈالا گیا ہے۔ میں اس کی شدید مخالفت کرتا ہوں۔

<u>جناب چیئرمین</u> : جناب عبدالرحمان جمالی، جناب منیر آفریدی صاحب، ملک فرید اللہ خان صاحب۔ نہیں ہیں۔ جناب نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی۔

<u>نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی</u> : جناب چیئرمین صاحب، شکریہ، آج بل کے متعلق جو بھی بحث کی گئی ہے، اس میں ایک بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ اس بات سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ working days ۱۳۰ ہوں۔ اصل معاملہ جس کی طرف ممبر صاحبان نے اس ایوان کی اور حکومت کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے وہ یہ تھا کہ جو کام ہمارے سپرد ہے یا جو توقعات لوگوں نے وابستہ کی ہیں، اس طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں حقائق سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیئے۔

جناب والا! پاکستان روز اول سے آج تک تین مارشل لاز کی زد میں رہا ہے۔

[Nawabzada Jehangir Shah Jogezai]

اس ملک میں جمہوری ادارے سسک رہے ہیں، انہوں نے اب تک کوئی جرأت اور قوت حاصل نہیں کی جو کہ ایک آزاد مملکت اور آزاد مملکت کے لوگوں کا وتیرہ ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں جو حکومت ملی ہے وہ انگریزوں کے کالونیل نظام پر مبنی تھی اور اب تک اسی کالونیل نظام کے متعلق ذہن تیار رہا ہے۔ اگر دیکھا جائے اور اس کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نظر آئے گا کہ ہر برائی کے پیچھے ہمارے لوگوں کی خود غرضی تھی۔ اس ملک میں مارشل لاء بار بار آیا ہے، اور یہ کس کے کہنے پر آیا ہے؟ ہم نے لیاقت علی خان کو قتل کرایا، اور آج تک اس کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ قاتل کون تھے اور اس کے پیچھے کون سے ہاتھ تھے۔ اس کے بعد ہم نے ایوب خان کو گرایا اور ساتھ ہی اس کی خوبیوں کو بھی ملیا میٹ کر دیا۔ اس ساڑھے نو سال کے عرصہ میں مارشل لاء کے دور میں جو برائیاں ہوئی ہیں، وہ بھی ایک طرف ہیں اور اس عرصہ میں کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ ہم ہمیشہ ایک ہی طرف جاتے ہیں۔ ہم انصاف نہیں کرتے کسی کو معاف نہیں کرتے۔ اگر کسی سے دشمنی کرتے ہیں تو تمام عیوب اس میں ڈال دیتے ہیں، اگر کسی سے دوستی کرتے ہیں تو تمام تعریفیں اس میں نظر آتی ہیں۔

جناب والا! میرے خیال میں جس طریقے سے یہ مارشل لاء اٹھایا گیا ہے اس کے لئے دونوں ایوان اور جنرل صاحبان as a whole سب مبارک باد کے مستحق تھے کہ بغیر خون خرابے کے مارشل لاء کو اٹھایا گیا۔

اور ہمارے جو لیڈر آف دی ہاؤس ہیں، ان کی حوصلگی اور سچائی، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ہم سب ممبران نے بھی مل کر یہاں قوم کی آواز کو پہنچایا۔ میں کسی کو یہاں اپوزیشن تصور نہیں کرتا بلکہ ہم سب ایک گاڑی کے پہیے ہیں، ہم نے بہتر سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ہے اور اچھی سے اچھی چیز کو اپنانا ہے۔ مگر ایک بات یہ ہے کہ ہمیں ایک دوسرے پر گلہ نہیں کرنا چاہیے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ تین چار مہینے نیشنل اسمبلی سیشن میں رہتی ہے اور تین مہینے کے قریب سینٹ سیشن میں رہتی ہے۔ اس صورت میں وزیر صاحب اپنے دفتروں میں کیسے کام کر سکتے ہیں اس لئے ہمیں اس طرف بھی سوچنا چاہیئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ مقصد حاصل کر سکیں اور اس کے کون سے ذریعے ہیں اور کون سے طریقے ہیں۔

اس کے لئے پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم آٹھ گھنٹے کام کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ صرف حکومت سے ہی یہ توقع نہ کریں کہ وہ ہی بل پیش کرے ہمیں بھی تو بل پیش کرنے چاہئیں۔ جو سقم کی باتیں ہم سمجھتے ہیں کہ آئین میں قومی مفاد کے حق میں نہیں ہیں، ان کو بھی یہاں زیر بحث

لایا جائے ہم کیوں حکومت پر بوجھ ڈالیں کہ وہ ہی انہیں لائے ہر ممبر بل دے سکتا ہے، ترامیم دے سکتا ہے - یہ آپس میں مل کر مشترکہ طور پر بھی بل دے سکتے ہیں اور ترامیم بھی دے سکتے ہیں -

آٹھویں ترمیمی بل کے موقع پر وزیر اعظم نے ایوان کے فلور پر یہ اعلان کیا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جو یہ جائزہ لے کہ کون کون سی ایسی شقیں ہیں جو کہ تبدیل کرنا ضروری ہیں - جن میں مارشل لار کے کیسز بھی شامل ہیں - اس سلسلے میں کمیٹی بنائی گئی - پچھلی دفعہ وزیر قانون نے سومرو صاحب اور شیخ صاحب سے کہا کہ آپ ان چیزوں کی نشاندہی کریں اور پھر کمیٹی میں پیش کریں مگر اس کے بعد سومرو صاحب کمیٹی میں نہیں آئے - اب یہ کس کی ذمہ واری ہے - پھر آواز بھی وہی اٹھاتے ہیں کہ یہ کام نہیں ہوا جب ایک کام آپ کے ذمہ ڈال دیا ہے تو اسے کریں - دیا بجھانے کے لئے یہاں سے پھونک تو نہیں جائے گی آخر کسی کو تو آگے جا کر پھونک مارنی ہے -

جناب والا! میرے خیال میں تمام برائیوں کو ایک ہی کے گلے میں نہیں ڈالنا چاہیے - بیوروکریسی اور ڈیموکریسی ساتھ ساتھ چلتے ہیں ڈیموکریسی پالیسی بناتی ہے اور بیوروکریسی اس کو امپلیمنٹ کرتی ہے یہ آپ کا بازو، پاؤں اور ہاتھ ہیں - اگر آپ پاؤں، ہاتھ اور بازوؤں کو مضبوط کریں گے تو پھر تو آپ ان سے صحیح کام لے سکتے ہیں لیکن ہمیشہ ہوا یہ ہے کہ ہم بیوروکریسی سے اپنی غرض کے لئے کام تو لیتے ہیں مگر قومی کام نہیں لیتے - جب ہم خود اپنی غرض کے لئے کام لے لیتے ہیں تو وہ بے لگام ہو جاتی ہے - اور پھر وہ اپنے لئے بھی کام کرتی ہیں - پھر آپ کو خاموش ہونا پڑتا ہے - آپ انہیں پھر بند تو نہیں کر سکتے ہیں -

جناب والا! ہمارا صحیح طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ متواتر آٹھ گھنٹے کام ہو، خواہ کوئی بھی کام ہو، چاہیے کہ کوئی بل ہو یا ترامیم ہوں - یا ایسے کام ہوں جن سے فلاحی مملکت کا تصور ابھرتا ہو، کرنا چاہیئے - یہ سب باتیں ایک آدمی کے ذمہ نہیں ہونی چاہئیں بلکہ ایوان کے سب ممبران کے ذمہ ہیں - ان سب باتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تنقید کافی نہیں ہے بلکہ کوآپریشن ضروری ہے - ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ضروری ہے - ایسی چیزیں بھی یہاں آتی ہیں، ہم ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں -

دوسری چیز جو اہمیت کی حامل ہے وہ آپ کی کمیٹیاں ہیں اگر کمیٹیاں فعال ہوں اور

[Nawabzada Jehangir Shah Jogezai]

ان محکموں پر جو ان کو دیئے گئے ہیں ان کا قبضہ مضبوط ہو اور وہ اس کو سمجھ سکیں، اچھے طریقے سے چلا سکیں، تو وہ ساری برائیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ترمیمی بل میں اصولی طور پر کسی نے اختلاف نہیں کیا، مگر چونکہ موقع ملتا ہے، موقع کے ساتھ وہ اپنے دل کے پھپھولے بھی پھوڑتے ہیں اور بعض باتوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ تو یہ تو اس کے ساتھ لازم ہوتا ہے، جس وقت یہ بل پیش ہوا تو میں تو اس کو کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا، ٹھیک ہے آپ بالکل ایک مہینہ کریں لیکن اس میں سارے سال کا کام کریں، کیوں کہ دوسرے کام بھی کرنے ہوتے ہیں، منسٹروں کو بھی کام کرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے، آٹھ مہینے اگر وزراء ادھر ہوں تو پھر ان سے ہم کتنے کام لے سکتے ہیں۔

اب رہا شریعت کا بل، ایک ہفتے میں ایک دن ملتا ہے اور اس دن میں تقریباً شریعت کے لئے بحث مباحثے کے لئے مشکل سے چالیس پینتالیس منٹ ملتے ہیں باقی سارا وقت سوال و جواب اور تحاریک میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو واقعی شریعت سے عشق ہے تو اس دن ساری کارروائی بند کریں اور ایک ہی طرف یعنی شریعت بل کی طرف توجہ دیں۔ ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم ہونی چاہیے، آپ سمجھتے ہیں کہ نہیں ہونی چاہیئے، یہ تو بحث کی چیز ہے علم کی بات ہے، یہ نہیں کہ ایک طبقہ اس کو بالکل اڑانا چاہتا ہے، یہ کسی کے ذہن میں بھی نہیں آسکتا کہ قرآن اور سنت ایک بات کہے اور ہم اس کا دوسرا معنی لے لیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے، مگر ہر چیز کی ایک علمی صورت ہے، قانونی صورت ہے اور اس میں جو انصاف کا ایک اصول ہے اس کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ ہم نے اس ملک میں بے اتفاقی اور کشت و خون تو نہیں کروانا ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم سارے ملک میں اتحاد اور تنظیم کے اصولوں کو اجاگر کریں اور یہ اسی طرح سے ہو سکتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو دشمن نہ سمجھیں ہم ایک دوسرے کو مخالف نہ سمجھیں جو حکومت اچھا کام کرتی ہے اس کا ساتھ دینا ضروری ہے آج اگر ہم حکومت کا ساتھ نہ دیں، وہی حالات پیدا کریں تو پھر مارشل لاء آجائے گا پہلا مارشل لاء بھی ہماری ہی حماقتوں کی وجہ سے آیا تھا اور ہماری حماقتوں کی وجہ سے قائم رہا آپ دیکھیں، ساری تاریخ آپ کے سامنے ہے، ہم مارشل لاء تو نہیں چاہتے۔

جب تک ہم اپنی حکومت کو صحیح طریقے سے مضبوط نہ کریں، اس وقت تک مارشل لاء

کا ہر وقت خطرہ بھی ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو موقع دو، اس کا ساتھ دو، جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ یہ غلط ہے وہاں حکومت کا ساتھ نہ دیں لیکن اس کو برملا کہتے بھی رہیں کہ ہم ہر اچھی بات میں تمہارا ساتھ دیں گے، ان الفاظ کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ ۱۳۰ دن ہوں یا ۱۶۰ دن ہوں، قومی اسمبلی کا معاملہ تھا، انہوں نے کیا ہے، ہمارے پاس آیا ہے، نویں آئینی ترمیمی بل کے متعلق بھی جو ان کی رائے ہے وہ اور ہے لیکن ہر آدمی کی سمجھ ہے، کوئی کہتا ہے کہ آپ نے کورٹ کو سارے اختیارات دے دیئے ہیں اور کورٹ کس کے ماتحت ہے، صدر کے ماتحت ہے، صدر کوئی ایسا آدمی لگا سکتا ہے کہ وہ ایسے ہی شریعت کے نام پر آپ کو اپنا فیصلہ دے پھر آپ کیا کریں گے، ہر ایک آدمی کے اپنے اپنے خیالات ہوتے ہیں، اپنے اپنے خدشات ہوتے ہیں، عقل ہوتی ہے، علم ہوتا ہے، بے شک جو اعتراض کرتے ہیں، ان کا ازالہ ہو سکتا ہے، ان کا جواب دیا جا سکتا ہے، ان سے بہتر بن سکتا ہے، لیکن اس میں یہ نہ کہا جائے ابھی تک شریعت بل پر کارروائی ہو رہی ہے اور جلسے جلوس ہو رہے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے، دباؤ کی کیا ضرورت ہے، کیا یہ فورم اس کے لئے کافی نہیں ہے، جو ترمیم ہم نے کی ہے، اس کی ترمیم دوسرے بھی لا سکتے ہیں تیسرے بھی لا سکتے ہیں، جو ترامیم بہتر ہوں گی، جو قرآن و سنت کے مطابق ہوں گی، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، مسلمان تو انکار نہیں کر سکتا، نہ مسلمان اس سے اختلاف کر سکتا، ان الفاظ کے ساتھ میں اس بل کو سپورٹ کرتا ہوں اور اس کو منظور کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ! نوابزادہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ہم سب ایک گاڑی کے پہیے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ گاڑی کے ۸۷ پہیے ہیں اور جس گاڑی کے ۸۷ پہیے ہیں تو وہ صرف کچھوے کی سپیڈ پر ہی چل سکتی ہے اس لئے شریعت بل بھی delay ہوتا ہے اور باقی بل بھی delay ہوتے ہیں، جناب حمزہ خان بلیچو صاحب۔

جناب حمزہ خان بلیچو: بسم اللہ الرحمن الرحیم، جناب چیئرمین! شریعت بل پر جو بحث آج ہوئی ہے اس میں بہت سے دوستوں نے اس بل کو سپورٹ کیا ہے اور بہت سے دوستوں نے اس بل کی مخالفت کی ہے اور ترامیم بھی پیش کی ہیں، جن دوستوں نے ترامیم پیش کی ہیں وہ میں سمجھتا ہوں کہ مخالفت برائے مخالفت ہے اور تنقید برائے تنقید ہے ہمارے دوستوں

[Mr. Hamzo Khan Palijo]

کو تعمیری تنقید کرنی چاہیے اور اچھی روایات قائم کرنی چاہئیں ۔ جن دوستوں نے یہ ترامیم پیش کی ہے ان کے ماضی کے اوپر اگر نظر ڈالی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ان دوستوں کا ماضی کیا رہا ہے اگر منتخب حکومت ہوتی ہے تو وہ مختلف طریقوں سے اس کی اپوزیشن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ منتخب حکومت ہمیں نہیں چاہیے اور جب مارشل لاء لگتا ہے تو مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں اور جب ان کی کیبنٹ بنتی ہے تو وہ وہاں جاکر بیٹھ جاتے ہیں اور جب مجلس شوریٰ بنتی ہے تو وہ وہاں بھی جاکر بیٹھ جاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملک کے اور عوام کے فائدے کی بات نہیں ہے ان کو اصولوں پر چلنا چاہیے، فقط اپنی سیاسی دکان چمکانے کے لئے مخالفت نہیں کرنی چاہیے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن دوستوں نے یہ ترامیم پیش کی ہیں ان دوستوں کا تعلق شہر سے ہے دیہات سے ان کا تعلق نہیں ہے ۔ دیہات کے عوام کی جو تکالیف ہیں، ان کی جو ضروریات ہیں ان کا شہر والے لوگوں کو کوئی احساس نہیں ہے یا وہ دیہات کے لوگوں کی ضروریات کو نہیں سمجھتے، دیہات کے لوگوں کی جو تکلیفیں ہیں، وہ ایسی بنیادی ضرورتیں ہیں، ایسے بنیادی وسائل ہیں جن سے وہ ابھی تک محروم ہیں اور ان دیہات کے لوگوں کے ساتھ گذشتہ چالیس سال میں انصاف نہیں کیا گیا ان کی حق تلفی ہوئی ہے، مثلاً ان کا پانی کا مسئلہ ہے، بجلی کا مسئلہ ہے، ہسپتال کا مسئلہ ہے سکول کا مسئلہ ہے، ان چیزوں سے دیہات کے لوگ محروم ہیں، لیکن شہر میں بسنے والے لوگوں کو اس کا احساس نہیں ہے ۔ ایک اور بات یہ ہے کہ دیہات کے لوگوں میں چونکہ تعلیم نہیں ہے اس لیے ان کے لئے ایک پٹواری ایک کانسٹیبل جو ہے، وہ بھی بڑا مسئلہ ہے، ہم جو ان کے منتخب نمائندے ہیں ہمیں ضرورت پڑتی ہے کہ ہم ان کا کام جو پٹواری کے متعلق ہے وہ بھی کریں، اگر ایک کانسٹیبل کے ساتھ ان کا کوئی کام ہے تو وہ بھی ہم جاکر کرتے ہیں ۔ یہ مسائل شہر والوں کے لئے نہیں ہیں، تو شہر میں بسنے والے لوگوں کو دیہات کے لوگوں کے جن کی بڑی آبادی ہے جو مسائل ہیں ان کی جو ضروریات ہیں ان کے اوپر بھی دھیان دینا چاہیے ۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ جو شریعت بل پیش کیا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ شریعت بل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب ۱۹۷۳ء کا آئین ہمارے پاس موجود ہے تو شریعت بل کو پیش کرکے ایوان کا ٹائم خراب کرنا اور اپنی سیاسی دکان چمکانا ہے یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں

ہے۔ جہاں تک یہ ایوان کے وقت کی بات کرتے ہیں ان دوستوں سے میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ جب افغانی صاحب ہاتھ میں قانون لے کر سٹرک پر آتے ہیں تو آپ تحریک استحقاق پیش کرتے ہیں اگر تھرپارکر میں نس بندی کی بات ہو اور ایک رپورٹر نے اگر اخبار میں خبر دے دی ہے تو اس کے اوپر بھی آپ تحریک التوا پیش کرتے ہیں۔ جب آپ ہر بات پر ایوان کے وقت کی بات کرتے ہیں تو آپ کو بھی اس کا احساس ہونا چاہیئے اور اس کی قدر ہونی چاہیئے۔ جہاں تک بیوروکریٹس کی بات ہے۔ یہاں پر لوکل موشنز پیش ہوئی ہیں۔ ایڈجرنمنٹ موشنز پیش ہوئی ہیں۔ بہت سی باتوں پر بحث ہوئی ہے، رشوت کے اوپر بات ہوئی ہے۔ بیوروکریٹس تو ملک کے بادشاہ ہیں۔ ان کا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس ڈھانچے کو تبدیل نہیں کیا جاتا یہ بیوروکریٹس کا جو راج ہے یہ قائم ہی رہے گا۔ میری آخر میں تجویز یہ ہے ہمیں ٹائم دیا جائے تاکہ ہم بارانی میں جاکر جو بیچارے ان پڑھ ہیں اور جو بنیادی ضرورتوں سے محروم ہیں ان کی ہم صحیح معنوں میں خدمت کر سکیں۔ میں ۱۳۰ دن کی بجائے ۹۰ دن کے لئے تجویز پیش کرتا ہوں کہ ۱۳۰ دن کے بجائے ۹۰ دن مقرر کئے جائیں تاکہ ہم اپنے علاقے میں جاکر صحیح خدمت کر سکیں۔

معزز اراکین : ترمیم پیش کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین : بولنے دیں۔

جناب حمزو خان پلیجو : اچھا مہربانی، خدا حافظ۔

جناب چیئرمین : شکریہ ! جناب ممتاز احمد خان صاحب۔

Mr. Mumtaz Ahmed Khan: Mr. Chairman, Sir, I was not present in the morning session unfortunately, so I could not take benefit of the scholarly speeches made by the learned speakers this morning. Now in the present session what I have been able togather, I believe that some of the speakers have lent their full weight to the logic and realism behind this amendment. I believe that it is a challenge to all of us that we should make the best use of the time allotted to us as members either of the National Assembly or of the Senate. It would have been a matter of grave concern, if there would have been the amendment that the ceiling, the maximum number of days was fixed but it is only the minimum days. So, I think that we should make the best use of the minimum days. There is no limit on the days we require for the discharging our duties and for disposing of the work which is allotted to us as members of Parliament. Now there is a question of

[Mr. Mumtaz Ahmad Khan]

relief also. We come here and represent the people of Pakistan. I believe it is our duty that we value every second that is spent in the Parliament, we do not indulge in long, long winded, far-fetched speeches, filibustering and other tatics which have nothing to do with the business in hand. So, if we really concentrate on the important items, important business before us and we fix our priorities, I do not think that we shall not be able to discharge our duties or to give full vent to the emotions that we profess and we carry in our hearts. It is only a limit on the minimum days for that.

So, how does it hurt either the privilege of the House or how does it stand in the way of the work that we want to do for the service of the people. If we are concise, we are to the point, we do not import exterior matters, unconcerned factors in our speeches, we come here with a commitment, with the passion that when we have to discharge our duties as representative of the people in this House then we can also ask for the extension of the time that is given to us. There is no limit on that, there is no ceiling on that. So, it should not be a matter of concern for anybody. Unfortunately some of us may be, I am among them, we are in love with our voice, we go on speaking and making speeches which are far away from the theme or subject under discussion and that takes most of the time of the House either in the National Assembly or in the Senate. That is sheer waste of time, I think that is rather criminal on our part when we waste the valuable time of the House which is really meant for carrying out the business in the service of the people. I think, that if we come to the Parliament determined that we have to take certain steps, we have to carry out certain duties which devolve upon us from the people from whom we have got the mandate. We should not indulge in any tactics or play to the gallery and waste the time. The time before the House is ample, it is the whole year, if we are really in a mood to work, who can stop us ? The amendment only refers to a minimum time, its squeeze is on the minimum, it is not of the maximum. So, I believe that it is a very reasonable, it is a logical, it is a very realistic amendment and it does not hurt anybody's privilege as a member of the National Assembly or the Senate or Parliament. One thing should always be clear that as Pakistanis we come here with a sentiment to serve the cause of the people the problems of the people are enourmous but we indulge in other matters. Opposition for the sake of opposition does not help anybody. I will go to the extent of saying that opposition for the sake of opposition is immoral. It is no service to the House, it is no service to the nation, it is no service to the country. Thank You.

Mr. Chairman: Thank you.

جناب چیئرمین : جناب جمال سید میاں ، غالباً موجود نہیں ہیں۔ جناب محمد طارق چوہدری صاحب ،

جناب محمد طارق چوہدری : بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب چیئرمین ! یہ دنوں کی بات ہو رہی ہے۔ دن کم کریں یا زیادہ ۔ اس پر مجھے ایک چھوٹا سا لطیفہ یاد آرہا ہے ۔ ایک شخص ۸۲ برس کی عمر میں اپنے دوستوں میں بیٹھا تھا اور اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ۲۲ برس کی عمر maximum طاقت کی ہوتی ہے اور اس کے بعد آدمی کی طاقت بدستور گھٹتی رہتی ہے ، کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہے میں نے آزمایا ہے کہ جتنا میں ۲۲ برس کی عمر میں توانا اور جوان تھا اتنا ہی آج ۸۲ برس کی عمر میں توانا ہوں ۔ دوستوں نے پوچھا کہ وہ کیسے ، کہنے لگا کہ ہمارے صحن میں ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا ہے میں نے ۲۲ برس کی عمر میں وہ اٹھانے کی کوشش کی تھی وہ نہیں اٹھا تھا اور آج بھی مجھ سے نہیں اٹھتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ جتنا میں ۲۲ برس کی عمر میں توانا تھا اتنا ہی آج بھی توانا ہوں ۔ جناب عالی ! ہماری وزارت قانون کو ۱۶۰ دن ملے تھے تو ان کے پاس دینے کو کام نہیں تھا ۔ ۱۳۰ دن سے آپ سات دن بھی کر لیں تو ان کے اندر اتنی اہلیت نہیں ہے کہ وہ اس ایوان کو پورا کام دے سکیں ۔ اس لئے یہ دنوں کے زیادہ یا کم ہونے کا مسئلہ نہیں ہے ۔ وکیل دو دھاری تلوار ہوتا ہے ۔ اور جب وکیل مخالف پارٹی سے جا ملے تو پھر ظاہر ہے کہ مدعی کا کیا حشر ہو گا ۔ چند ہی مہینوں میں ہم یہ دوسری دفعہ بھگت رہے ہیں ایک ایوان سے باہر بھگتا تھا اور دوسرا ایوان کے اندر بھگت رہے ہیں ۔ ہمارے وکیل یہاں بیٹھے ہوتے تھے تو ہمیں بڑا سہارا ہوتا تھا ۔ اب ہمارا وکیل ادھر جا بیٹھا ہے تو وہی دلائل ، وہی چیزیں جو تلوار کی دھار ادھر کو چلتی تھی اب ادھر کو چلتی ہے اب یہ ہمارے لئے مشکل ہے کہ ہم اس مقدمہ کو جیتیں ۔ بہرحال وزیر قانون یہ کہہ رہے تھے کہ ہم ۱۹۷۳ء کا آئین بحال کرنے جا رہے ہیں تو میری ان سے یہ گزارش ہے کہ یہ اتنا بھی بحال نہ کر دیں جناب کہ ان کی نوکری کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں کو جان کا خطرہ لاحق ہو جائے اتنا زیادہ بحال نہ کر دیں ۔

اسی ایوان میں ہماری دوسری بہن نے یہاں دسویں ترمیم پاس کر کے بھیجی ہے اس ایوان نے بھی ان کو ایک ترمیم تحفتہً بھیجی تھی 9th amendment اور 9th amendment دراصل وزیر اعظم کی پارٹی اور اپوزیشن کے درمیان آٹھویں ترمیم پر

[Mr. Muhammad Tariq Chaudhary]

ہونے والا ایک تحریری معاہدہ تھا جس کو یہاں سے پاس کر کے آگے بھیج دیا۔ لیکن بہت سی کہہ مکرنیوں کی طرح وہ ترمیم پاس ہوئی اس پہ بہت سے لوگوں کے گناہ بخشے گئے اور اس پر داد و دہش کے ڈونگرے برسے اور ایک بڑی خوبصورت کاپی سج کر شاہ فہد کو بھی بھیج دی گئی اس کے بعد وہ سرد خانے میں پڑی ہے کیا اس سرد خانے میں اور جگہ نہیں تھی کہ جس میں یہ بے معنی اور لایعنی بل بھی رکھا جا سکتا۔ اس کے لئے اتنی جلدی کیا پڑی ہوئی تھی کہ چھٹیاں منسوخ کر دیں۔ دو تین چار چہروں کو تو میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ بیچاروں کو تحصیلداروں نے اٹھا کر یہاں بھیجا ہے۔ تو یہ کوئی اتنی جلدی والی بات نہیں تھی۔ بہرحال اتفاق برادرز بھی ان کے پاس ہیں ان کا بلڈوزر بھی ہے چلائیں اس کو پاس کریں ہماری جان چھوڑیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ! جناب اقبال احمد خان صاحب۔

جناب اقبال احمد خان: شکریہ جناب چیئرمین! صبح سے کافی معزز سینیٹر حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں مزید اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ یہ بل جو اس وقت اس ایوان کے زیر غور ہے دوسرے ایوان نے اس کو منظور کر کے یہاں بھیجا ہے اور اس ایوان نے دو سال کے تجربے کی روشنی میں یہ محسوس کیا ہے کہ ایام کار کو کم کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے یہ ترمیم منظور کر کے اپنے ایام کار کو ۱۶۰ سے کم کر کے ۱۳۰ دن کر دیا۔ اس ایوان کو ایام کار کم کرنے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ جب ۱۹۷۳ء کا آئین تدوین ہوا اور اس کے اندر یہ ۱۳۰ دن رکھے گئے اگر وہ پانچ سال کا عرصہ ۱۹۷۷ء تک دیکھا جائے تو یہ دن بھی اس وقت کی اسمبلی پوری نہ کر سکی۔ اس لئے دو سالہ تجربے نے یہ ظاہر کیا اور پھر جناب والا! آپ نے دیکھا کہ پچھلے سال اور اس سے پچھلے سال جب یہ دن پورے نہیں ہو رہے تھے تو اس آئینی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس ایوان اور دوسرے ایوان کے اجلاس ہوتے رہے لیکن کوئی positive work ان سے برآمد نہیں ہو سکا۔ محض دن پورے کرنے کے لئے جس سے بہت سا اخراجات میں اضافہ ہوا، اور جس کا قوم کو فائدہ نہ پہنچ سکا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پارلیمنٹ عوام کی نظروں میں کچھ وہ حیثیت بھی حاصل نہ کر سکی جو ہونی چاہیئے تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دن کم کرنے سے ایوان کے اندر کام زیادہ دلچسپی سے ہوگا۔ کیونکہ پہلے اراکین کو یہ خیال

ہوتا تھا کہ دن کافی ہیں اور وہ اپنے حلقۂ انتخاب کے مسائل میں زیادہ مصروف رہتے تھے۔ اور ایوان کے کام میں توجہ کم ہوتی تھی۔ دن کم کرنے سے یہ اثر پیدا ہوگا کہ حلقۂ انتخاب کو اٹینڈ کرنے کے لئے اور قوم کے دوسرے مسائل جو ایوان سے باہر ہیں ان پر توجہ دینے کے لئے ان کے پاس کافی وقت ہوگا۔ اس لئے یقینی طور پر وہ اسمبلی کے کام میں زیادہ دلچسپی لیں گے اور اس سے زیادہ مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔

جناب والا! نیشنل اسمبلی میں بجٹ پیش ہوتا ہے جس پر کم و بیش سال میں تیس دن صرف ہوتے ہیں جو سینیٹ کے اندر پیش نہیں ہوتا۔ اگر اس حساب سے دیکھا جائے تو بہر تقریباً بقایا اتنے ہی دن نیشنل اسمبلی کے پاس ہوں گے جتنے سینیٹ کے پاس دن ہوں گے یعنی نوے دن۔ اس لحاظ سے دونوں ایوانوں کا کام یعنی قانون سازی کا کام تقریباً برابر ہوگا اور اس طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ دونوں ایوان زیادہ مؤثر طور پر ایک دوسرے کے تعاون کے ساتھ زیادہ بہتر کام کر سکیں گے اور قانون سازی کا کام بھی زیادہ ہو سکے گا۔ ان گزارشات کی روشنی میں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بل کوئی اتنا سیاسی اہمیت کا بل نہیں اور نہ ہی اتنا controversial ہے کسی پالیسی کے سلسلے میں، مسئلہ صرف ایام کار کا ہے اس میں ایک کلاز ہے جس میں دن کم کئے گئے ہیں اور دوسری کلاز میں اس کی consequential ترمیم ہے۔ اس لئے اس میں یہ سمجھتا ہوں کہ زیادہ وقت صرف کرنے کی بجائے ہمیں دوسرے کاموں کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے محترم سینیٹر قاضی حسین احمد صاحب نے اپنے ارشادات کے دوران یہ فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ قصاص اور دیت کے قانون کی کیا صورتحال ہے۔ میں تھوڑی سی اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ان سے یہ گزارش کی تھی کہ یہ سبجیکٹ منسٹری آف لاء اور مذہبی امور سے متعلق ہے۔ میں نے یہ بھی ان سے گزارش کی تھی کہ جب میں ان پورٹ فولیوز میں تھا تو کافی حد تک ہم نے اس پر کام کیا ہے اب چونکہ یہ دونوں عہدے میرے پاس نہیں ہیں میں مزید پیش رفت نہیں عرض کر سکتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ کام کافی آگے بڑھ چکا ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد پارلیمنٹ کے اندر اس قانون کو بھی پیش کیا جائے گا۔

ایک اور گزارش میں نہایت ادب و احترام سے ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں اگرچہ میں کسی کنٹروورسی میں نہیں پڑنا چاہتا میرے دل میں تمام اراکین پارلیمنٹ کا بہت

[Mr. Iqbal Ahmad Khan]

احترام ہے ان کے سیاسی نظریات کا بھی احترام ہے ان کی اس نمائندہ حیثیت کا بھی احترام ہے اور اس سلسلے میں ان کو حق ہے کہ وہ جس قسم کے نظریات رکھنا چاہیں بڑے شوق سے رکھ سکتے ہیں لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ ان جیسی ایک بزرگ، مدبر اور ایک سیاسی شخصیت کو تھوڑا سا خیالات کا اظہار کرتے وقت اس بات کا احساس کرنا چاہیئے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو ایک دوسرے کے لئے دل آزاری کا باعث ہو، انہوں نے اپنی تقریر کے دوران ارشاد فرمایا کہ ان کو "بی" ٹیم کہا جاتا ہے، کسی کو "اے" ٹیم کہا جاتا ہے لیکن اقتدار کچھ ایسے لوگوں کو دیا گیا جو الفاظ میری رائے میں مناسب نہیں تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب جناب صدر مملکت نے ۱۹۸۵ء کے انتخابات کے بعد محمد خان جونیجو کو وزیراعظم مقرر کیا جن کو بجا طور پر اس بات کا فخر ہے کہ ان کی کوششوں سے اور دونوں ایوانوں کے معزز اراکین کے تعاون کے ساتھ وہ اس ملک سے طویل مارشل لاء ہٹانے میں کامیاب رہے اس کے بعد ملک کے اندر نہایت ہی صحتمند طور پر جمہوری روایات شروع ہوئیں۔ جمہوری آزادیاں ملیں۔ ملک سے ایمرجنسی ختم ہوئی ملک میں fundamental rights restore کیے گئے۔ سیاسی جماعتوں کو ہر قسم کی کھلی آزادی دی گئی کہ وہ اپنی جماعت کے پروگرام کے مطابق عوام میں جا کر اپنی جماعت کی تنظیم کریں۔ اور اس مرحلے تک ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا جس میں یہ کہا جا سکے کہ جناب قائد جمہوریت نے اپنی جماعت کے لئے کوئی خاص رعایت لی ہے جو دوسری جماعتوں کو نہیں دی گئی۔ یہ ہماری تاریخ کا پہلا موقع ہے اور سنہری موقع ہے۔ اگر ماضی کی حکومتیں بھی جمہوریت کو اسی طور پر رائج کرنے کی کوشش کرتیں تو یقیناً ملک کے اندر جمہوری روایات جنم لیتیں اور سیاست کے منفی اثرات ختم ہو جاتے۔ ملک میں مضبوط بنیادوں پر کام ہوتا۔ ملک کی پلاننگ ہوتی۔ عوام کو درپیش گوناگوں مسائل حل ہوتے، سماجی برائیاں ختم ہو جاتیں۔ لیکن ماضی میں ایسا نہیں ہوا۔ یہ شرف بھی جناب وزیراعظم جونیجو کو حاصل ہے کہ انہوں نے مارشل لاء ختم کرنے کے دوسرے ہی دن ملک کے اندر تمام سیاسی جماعتوں کو پوری آزادی دی۔ آئین کے متعلق انہوں نے حال ہی میں قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس ایوان سے ۱۹۷۳ء کا آئین مناسب طریقے سے بحال ہونا چاہیئے۔ اگرچہ ابھی مجھ سے پہلے محترم سینیٹر طارق چوہدری صاحب نے اپنے ارشادات کے

دوران فرمایا کہ ہمیں ۱۹۷۳ء کا آئین اس طریقے سے بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ ۱۹۷۳ء کا آئین جس کے لئے مختلف سطحوں پر ہر روز آوازیں اٹھتی ہیں۔ سیاسی پلیٹ فارم سے، وہی ۱۹۷۳ء کا آئین ۷۳ء سے ۷۷ء تک رائج رہا اور اس آئین کی موجودگی میں اس ملک کے اندر کسی سیاسی جماعت کو کسی سیاسی فرد کو دم مارنے کی ہمت نہیں تھی۔ اس ایوان میں بہت سے اکابرین تشریف فرما ہیں جنہوں نے اس زمانے کی غیر جمہوری فاشی حکومت کے خلاف بھرپور جدوجہد کی اور اس کے لئے بہت سی جانی و مالی قربانیاں دیں اور جیلوں میں بھی گئے۔ اس لئے ہمیں ۱۹۷۳ء کے آئین کی روح کو تو برقرار رکھنا ہے لیکن جیسا کہ ۱۹۷۳ء میں یو۔ ڈی۔ ایف کی موومنٹ، اس کے بعد پی این اے کی موومنٹ میں یہ بات واضح طور پر کہی جاتی رہی کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں کچھ ترامیم کی ضرورت ہے۔ جناب والا! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے نفاذ کے بعد اس وقت کی مخالف سیاسی جماعتوں جن میں آج اس ایوان کے بہت معزز اراکین بھی موجود ہیں۔ مجھے بھی اس بات کا شرف رہا ہے کہ میں بھی ظلم کے خلاف جہاد میں شامل رہا ہوں اور جو مجھ سے ہوا میں نے بھی کیا۔ اس وقت مطالبہ تھا کہ اس آئین کو ۱۹۵۶ء کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے اس لئے جب ہم ۱۹۷۳ء کی آئین کی بات کرتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی روح کو برقرار رکھنا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ترامیم کرتے وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ جب یہ ۷۳ء سے ۷۷ء تک کے عرصے میں یہ آئین رہا تو اس قوم اور سیاستدانوں کے ساتھ کیا ہوتا رہا۔ اس لئے ۱۹۷۳ء کے آئین کی روح کو برقرار رکھنے کے لئے جو ترامیم ہیں وہ ضرور کی جائیں گی اور اس کا یقین جناب وزیراعظم صاحب نے نیشنل اسمبلی میں خطاب کے دوران بھی دلایا اور محترم جسٹس منسٹر صاحب نے بھی اس ایوان میں اس کا حوالہ دیا کہ اس طرف ہماری توجہ ہوگی۔ انشاءاللہ وہ بھی کریں گے۔ لیکن ان سب چیزوں کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا مناسب نہیں تھا کہ حکومت کچھ ایسے لوگوں کو دے دی گئی اور محترم سینیٹر قاضی حسین احمد صاحب کی نظر میں یہ درست نہیں ہے۔

جناب والا! آپ کو اس بات کا علم ہے کہ جب صدر مملکت نے آئین کے مطابق وزیراعظم محمد خان جونیجو کو call upon کیا کہ وہ وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالیں، اس کے دوسرے ہی دن قومی اسمبلی کے اندر ان کو ووٹ آف کانفیڈینس کے لئے پیش کیا گیا اور سارے ایوان نے متفقہ طور پر انہیں ووٹ آف کانفیڈنس دیا۔ اور آج تک وہ دونوں ایوانوں کا مکمل

[Mr. Iqbal Ahmad Khan]

اعتماد رکھے ہوئے ہیں۔ ابھی چند ہی روز پہلے قومی اسمبلی میں اسی بل کے passage کے سلسلے میں ۱۸۰ حاضر اراکین نے اس کے حق میں ووٹ دیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ جناب محمد خان جونیجو صاحب دونوں ایوانوں کا مکمل اعتماد رکھتے ہیں۔ بھاری اکثریت ان کے ساتھ ہے اور جو وہ جمہوری اقدامات کر رہے ہیں ان میں قوم ان کے ساتھ ہے۔ اس اعتماد کے ساتھ وہ جمہوریت کے پودے کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ عوام کے مسائل حل کرنے میں بھی مصروف ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک دوسرے کا عزت و احترام کرنا چاہیئے۔ اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کا بالکل ہر ایک شخص کو حق ہے خواہ ایوان کے اندر کرے یا باہر، بہرحال ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرنا ضروری ہے۔ میں جناب والا! آپ کا بہت ممنون احسان ہوں کہ آپ نے مجھے یہ چند لمحات عنایت فرمائے اور میں نے بھی اپنی گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thanks. This exhausts the list of the speakers that I have before me, if there are no more speakers this would also then conclude the debate of the first reading except for the winding up speech of the honourable Minister for Justice and Parliamentary Affairs and it is upto him whether he would like to wind up the debate today or tomorrow morning.

Mr. Wasim Sajjad: I would be grateful if I am permitted for tomorrow morning.

Mr. Chairman: Right. If this is the wish of the House then I think we will adjourn at this time to meet again tomorrow at ten O'clock, in the morning. This stitting stands adjourned.

[The House adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Wednesday, March 18, 1987].

PCPPI–2431(87)Senate–8•10•1988–300.